

قرآنی اسلوبِ حیات



پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

زاویا
پبلشرز

زاویا پبلشرز

دربار مارکیٹ، لاہور

قرآنی اسلوبِ حیات



پروفیسر سید احمد سعید ہمدانی

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954

Email: zaviapublishers@gmail.com

Website: www.zaviapublishers.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں
2015ء

297-104
285
12928

1000..... بار اول
200..... ہدیہ
ناشر..... نجابت علی تارڑ

{ لیگل ایڈوائزرز }

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339
{ ملنے کے پتے }

ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2
داتا اور مار مارکیٹ، لاہور
Email: zaviapublishers@gmail.com
042-37300642

زاویہ پبلشرز

- 0423-7350476 صبح نور پبلی کیشنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
- 021-34926110 مکتبہ غوثیہ ہول سیل، پرانی سبزی منڈی، کراچی
- 021-34219324 مکتبہ برکات المدینہ، کراچی
- 021-32216464 مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی
- 051-5558320 احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 051-5536111 اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی
- 022-2780547 مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدرآباد
- 0301-7728754 مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بہاول پور
- 0321-7387299 نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان
- 0301-7241723 مکتبہ بابا فرید چوک چنی قبر پاکپتن شریف
- 0321-7083119 مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ
- 041-2631204 مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد
- 0333-7413467 مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد
- 0313-4812626 مکتبہ باب الاسلام، فیضان مدینہ، حیدرآباد
- 0331-2476512 مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی
- 0300-6203667 رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات
- 040-4226812 مکتبہ فریدیہ، ہائی سٹریٹ ساھیوال

انتساب

عزت مآب، چیف جسٹس

برادرِ رم جو ادا ایس خواجہ

کے نام

مقام سیدہ عتیقہ

فہرست

11	تمہید	✿
امثبت دینی اخلاقی صفات و اوصاف		
17	ایمان: مُؤْمِنِينَ	✿
21	اسلام، کامل فرمانبرداری: مُسْلِمِينَ	✿
23	پرہیزگاری، تقویٰ: الْمُتَّقِينَ	✿
26	اچھے کام: الصَّالِحِينَ	✿
29	حسن سلوک: مُحْسِنِينَ	✿
32	صدق: صَادِقِينَ	✿
34	صبر: الصَّابِرِينَ	✿

38	شکر: الشَّاكِرِينَ	✽
39	توکل: الْمُتَوَكِّلِينَ	✽
41	خاص قرب خداوند تعالیٰ: مُقَرَّبِينَ	✽
43	عبادت: عَابِدِينَ	✽
45	جہاد: الْمُجَاهِدِينَ	✽
47	ذکر: الذَّاكِرِينَ	✽
50	ہجرت: الْمُهَاجِرِينَ	✽
53	نماز: الْمُصَلِّينَ	✽
57	توبہ: التَّوَّابِينَ	✽
65	صفائی اور پاکیزگی: مُتَطَهِّرِينَ	✽
68	وہ جو راہ پر ہیں: الْمُهْتَدِينَ	✽
72	کچھ دوسری مثبت خصوصیات	✽
74	فرمانبرداری (قانتین)	✽

74	خشوع (خاشِعِينَ)	✿
74	روزہ (الصَّائِمِينَ)	✿
75	تحمل و عفو (كَاطِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ)	✿
76	کامیابی و مراد یابی (الْمُفْلِحُونَ، الْفَائِزُونَ)	✿
80	دیگر محاسن (اسلامی اسلوب حیات)	✿
۲۔ مہتمی (سببی صفات)		
105	کفر: الْكَافِرِينَ	✿
107	انکار: مُنْكَرِينَ	✿
108	شُرک: الْمُشْرِكِينَ	✿
110	نفاق و منافقت: الْمُنَافِقِينَ	✿
112	جہل: الْجَاهِلِينَ	✿
114	جرم: مُجْرِمِينَ	✿
116	کبر: مُتَكَبِّرِينَ، مُسْتَكْبِرِينَ	✿

120	فَسَقٍ: فَاسِقِينَ	✽
122	فَسَادٍ: مُفْسِدِينَ	✽
123	تَكْذِيبٍ: مُكْذِبِينَ	✽
125	ظَلْمٍ: ظَالِمِينَ	✽
128	اسْرَافٍ: مُسْرِقِينَ	✽
131	ضَلَالٍ: الضَّالِّينَ	✽
134	خَسَارَةٍ: الْخَاسِرِينَ	✽
135	اِثْمٍ (گناہ) اِثْمِينَ	✽
135	ذَنْبٍ (گناہ) مُذْنِبِينَ	✽
136	حَرَاجٍ: جُنَاحٍ	✽
136	خَطَا	✽
136	ظَنِّي بَاتٍ كَرْنَا (خرص)	✽
137	اعْرَاضٍ: مُعْرِضُونَ	✽

137	شک، تردد: اَلْمُتَّيِّرِينَ	✽
138	خبث: اَلْخَبِيثُونَ	✽
139	غفلت: غَافِلُونَ	✽
139	جھوٹ بناانا: مُقْتَرِينَ	✽
140	غیبت: (وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا)	✽
141	دیگر معائب و نواہی	✽
۳۱۲ مرثیہ لا یحزنون		
149	صحیح عقیدہ اور صحیح عمل	✽
153	ہدایت کی پیروی	✽
155	خود سپردگی	✽
157	اللہ کی راہ میں خرچ کرنا	✽
160	مال کی خیرات: ہر موقع پر، ہر حال میں	✽
162	ایمان، اعمالِ صالح، نماز اور زکوٰۃ	✽

164	شہداء (قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا)	✿
166	ایمان و عمل	✿
167	Total surrender to God! (کامل فرمانبرداری)	✿
169	ایمان اور تقویٰ	✿
172	No evil there! (لَا يَمْسُهُمُ السُّوءُ)	✿
174	استقامت	✿



”آج کل کے لادینی دور میں حکمت دنیا کا راج ہے۔ ہر مقصد طمع و خیال اور حاجت و تقاضائے وقت کے پیش نظر طے ہونے لگا ہے۔ اس کے لئے اگر موقع و محل مجبور کریں تو بے شک بنیادی اصول بھی بدل دیں اور وسائل و ذرائع کے جائز و ناجائز ہونے کا خیال بھی چھوڑ دیں۔ اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ حقیقت پسندی نے بصیرت و فراست کو بھی ایک طرف چھوڑ دیا ہے۔ بلا سے جو آگے بندگی آجائے۔

”چنانچہ مسلمان ^{متکلمین} نے دین و دنیا کو نظر میں رکھا اور اپنی حکمت نظری و عملی کو ترتیب دینے میں کامیاب ہو گئے۔“

(حضرت شاہ ہمدان، سید احمد سعید ہمدانی ص ۲۷۸، اورینٹل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۱۲ء)

مسلمانوں کے ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ زندگی کے کسی عمل میں اگر قرآن و سنت میں کوئی واضح فیصلہ و فرمان موجود ہو تو اسے من و عن تسلیم کرنا پڑے گا۔ لہذا اسلامی اخلاق میں جن صفات و اوصاف کو احسن کہا گیا ہے، وہی احسن سمجھے جائیں گے اور جن اوصاف کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے انہیں یکسر چھوڑنا پڑے گا۔ اسی طرح جن اوصاف کی فضیلت بیان کی گئی ہے، ان کی فضیلت پر بھی کوئی سوال نہیں اٹھایا جائے گا۔

قرآن و سنت کو محض تفہیم کے لئے الگ الگ دو ۲ کہا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ سنت کو اگر الگ نہ بھی کیا جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حضرت عائشہؓ نے اسی بات کو اس طرح واضح فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر عمل (سنت) قرآن کے مطابق تھا۔

یہاں یہ بات واضح کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ راقم نے اس کتاب

کو لکھتے ہوئے صرف قرآن مجید کے حوالوں پر اکتفا کیا ہے۔ ورنہ ان کی تائید میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جس کا ریکارڈ احادیث میں موجود ہے) سے مثالیں دی جاسکتی تھیں بلکہ آگے صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور علماء اولیاء اللہ کی زندگیوں سے کئی روایات و حکایات بھی نقل کی جاسکتی تھیں۔ مگر یہاں قرآن کی آیات کے حوالوں پر ہی بیان ختم کیا گیا ہے۔ اور جیسا کہ پڑھنے والے ان آیات کو ہی قول فیصل سمجھ کر قبول کریں گے، اسی طرح وہ خود جب کبھی احادیث رسول اللہ اور تذکار اولیاء اللہ کا مطالعہ کریں گے تو انہیں کئی باتیں ان آیات کی تفسیر و تشریح میں مل جائیں گی۔

مردِ مسلمان کے مثبت دینی و اخلاقی اوصاف بھی قرآن مجید کے حوالوں سے لکھ دیے گئے ہیں اور ان کے ساتھ سلبی صفات بھی نقل کر دی گئی ہیں۔ بعض مفکرین نے اوصاف و اقدار کی درجہ بندی بھی کی ہے کہ اخلاقی حُسن و قبح میں کس کا کیا درجہ ہے۔ یہاں اس قسم کی کوئی تفریق و توجیہ نہیں کی گئی ہے کیونکہ ہمارے خیال میں ہر صفت و وصف کی کڑیاں اس طرح ملی ہوتی ہیں اور اس طرح ایک دوسرے پر اثر انداز ہو رہی ہیں کہ ان کی ایسی وضاحت بعض اوقات دُور از کار نظر آتی ہے۔

آخری باب "زُمرَةُ لَا يَحْزَنُونَ" میں ان آیات کو نقل کیا گیا ہے جن میں مومنین کے عملی اوصاف کے بعد ان کے عمل کا نتیجہ بیان کیا گیا ہے یعنی لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ (نہ ہی انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم) یعنی اگر مومنین ایسا عمل کرتے رہیں گے تو انہیں نہ تو مستقبل کا خوف ہوگا اور نہ ماضی کا کچھ غم ستائے گا۔

اقبال نے دعا فرمائی تھی:

عطا اسلاف کا جذب دروں کر

شریکِ زمرۃ لا یخزنون کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں

مرے مولا مجھے صاحب جنون کر

اقبال کے اس دعائیہ مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ ایک مرد مسلمان کی تکمیل

کہاں پر ہوتی ہے۔ جب اُسے نہ غم تاتا ہے اور نہ ہی خوف، تو پھر وہ پہنچ گیا۔ نیز جب

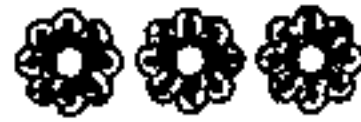
ایک مسلمان خرد کی گتھیاں (دنیا داری کے تمام مسائل) سلجھا لیتا ہے تو پھر اسے جذب

دروں کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے اور پھر وہ صاحب جنون ہونے کے مقام پر فائز ہو جاتا

ہے۔ اب وہ بندۂ آزاد ہے، انسانِ کامل کے لا یخزنون ہونے کی عملی شرائط قرآن

نے واضح طور پر بیان فرمادی ہیں۔

• سید احمد سعید ہمدانی



مُثَبِّت دینی اخلاقی

صفات و اوصاف

ایمان: مُؤْمِنِينَ

اخلاقی و روحانی لحاظ سے کردار سازی کے عمل میں اسلامی تعلیم کی رو سے ایمان کو اولیت حاصل ہے۔ ایمان کے معنی ہیں: کسی بات کو سچا سمجھ کر مان لینا۔ ان معنوں میں کوئی ذی شعور آدمی ایسا نہیں ہے جو ایمان نہ پاسکے۔ حضرت شیخ الاکبر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل عطا کی ہے اور باوجود اپنی سب حدود و قیود کے عقل میں یہ استعداد رکھی ہے کہ وہ سچ کو قبول کر لیتی ہے اور اسے مان لیتی ہے۔

وہ لوگ جو دنیا میں احتیاط سے بنا سنوار کر زندگی بسر کرتے ہیں (مُتَّقِينَ)، ان کے بارے میں کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں ”جو بن دیکھے ایمان لائیں“ (الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ) غیب سے مراد ایسی باتیں ہیں جن کو انسان نہیں جان سکتے تھے، اگر انھیں پیغمبر خدا سے آگہی پا کر ان کو نہ بتاتے۔ جیسے توحید، رسالت، آخرت، فرشتے، وحی کا نظام اور تقدیر وغیرہ پیغمبروں کی تبلیغ، مجلس اور صحبت سے لوگ ان کو سمجھ لیتے ہیں، ان کو مان لیتے ہیں اور پھر ان کی روشنی میں زندگی میں عمل پیرا ہوتے ہیں۔

صوفیاء و متکلمین، انھیں مابعد الطبیعیاتی عقائد بھی کہتے ہیں جن کی تفصیل آگے جا کر عالم کشف و شہود میں جا کر کھلتی ہے۔

یوں دیکھیں تو اسلامی معاشرے میں ہر فرد پہلے اپنے ارد گرد کے لوگوں میں

رہ کر یہ عقائد سیکھتا ہے۔ اسے ایمان تقلیدی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے مسلم معاشرے میں پیدا ہونے والا فرد خوش قسمت ہے کہ اسے فوراً آگے کے لئے راستہ مل جاتا ہے۔ البتہ غیر مسلم معاشرے میں نشوونما اور تربیت پانے والے لوگوں کو بڑی مشکل کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ وہ اس طریق پر آ کر ان بنیادی عقائد کو سمجھیں اور عمل کریں۔ بس اس موقع پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے علم و عمل کی توفیق دے۔

یہی ایمان تقلیدی ایک مسلمان کے لئے نکتہ آغاز کا کام دیتا ہے اور جب وہ آگے بڑھتا ہے تو کئی باتیں عقل سے اُسے سمجھ آتی ہیں اور اگر کسی عالم، عارف یا ولی کی مجلس و صحبت میں جا پہنچا تو کشف و شہود سے ان باتوں پر از سر نو ایمان لاتا ہے (ایمان تحقیقی)، اصطلاحاً ایمان کے لئے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ زبان سے بنیادی عقائد کا اقرار کرنا اور دل سے ماننا اور پھر اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہونا۔

کوئی آدمی کوئی شرف حاصل نہیں کر سکتا اگر وہ ایمان نہیں رکھتا۔ ایمان کے بغیر عمل بے ثمر رہتا ہے مگر وہی عمل ایمان کے ساتھ بار آور ہو جاتا ہے۔

فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ
الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِن
قَبْلُ ۗ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾

”اے ایمان والو! ایمان رکھو اللہ اور اللہ کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اپنے اس رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے

اتاری، اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔“

(قرآن مجید ۴: ۱۳۶)

فرمایا:

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالرَّسُولِ يَدْعُوكُمْ
لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ۝۸

”اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہ لاؤ حالانکہ یہ رسول تمہیں بلا رہے ہیں کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ اور بے شک وہ تم سے پہلے ہی عہد لے چکا ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو۔“ (اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ) (قرآن مجید ۵: ۸)

اور فرمایا:

وَعَدَّ اللَّهُ الْبُؤْمِنِينَ وَالْبُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ
عَدْنٍ ۝ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ۝ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝۹

”اللہ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں (مُؤْمِنِينَ وَالْبُؤْمِنَاتِ) کو باغوں کا وعدہ دیا ہے۔ جن کے نیچے نہریں رواں، ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا بننے کے

باغوں میں، اور اللہ کی رضا سے بڑی، یہی ہے بڑی مراد

(فَوْزُ الْعَظِيمِ) پانی۔ (قرآن مجید ۹: ۷۲)

ظاہر ہے کہ اگر ایمان ہے تو آگے سب کچھ ہے اور اگر ایمان نہیں تو کچھ بھی

نہیں، پھر خسارہ ہی خسارہ ہے۔



اسلام، کامل فرمانبرداری: مُسْلِمِينَ

Road to Mecca والے محمد اسد مرحوم نے خاص طور پر یہ بات سامنے

رکھی کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولین مخاطب عربوں نے لفظ اسلام سنا ہوگا تو اہل زبان کی حیثیت سے ان کے دل و دماغ میں سنتے ہی اس کا کیا مفہوم آیا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ وہی جو اس کے لغوی معنی ہیں:

Total surrender to God کامل فرمانبرداری، اللہ کی طرف سے

وحی کے ذریعہ سے ملنے والے احکام کی بلاچون و چرا تعمیل، اللہ کے حضور تسلیم و خود سپردگی۔

ہر پیغمبر نے بنی نوع انسان کو یہی تعلیم دی!

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

”بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔“ (قرآن مجید ۱۹:۳)

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ

وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَسِرِينَ ﴿۸۵﴾

”اور جو اسلام کے علاوہ کوئی دین چاہے گا، وہ ہرگز اس سے قبول

نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔“

(قرآن مجید ۳:۸۵)

پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے لائے ہوئے مذہب کو دین اسلام ہی کہا اور تمام مذاہب میں اس کو اسی نام سے جانا پہچانا گیا:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

”آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔“

(قرآن مجید ۵: ۳)

پھر اسلام میں سلامتی کا مفہوم بھی ہے۔ السلام و اسلام کا مصدر ایک ہے۔ مسلمان کی ایک تعریف یہ بھی بتائی گئی کہ وہ کہیں جائے، اپنی طرف سے دوسروں کے لئے سلامتی کا اعلان کرتا جائے اور اُس کے ہاتھوں کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ اسی لئے ایک مسلمان کا یہ شعار ہوتا ہے کہ وہ جہاں جاتا ہے اور جس سے ملتا ہے، اُسے ”السلام علیکم“ کہتا ہے۔ گویا وہ اُسے پہلے ہی بتا دیتا ہے کہ میری طرف سے تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے، امن ہی امن ہے۔



پرہیزگاری، تقویٰ: الْمُتَّقِينَ

قرآن مجید میں متقی لوگوں کی تعریف کی گئی ہے:

لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ، وَآتَى الْمَالَ عَلَى
حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ، وَأَقَامَ
الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ، وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا
عَاهَدُوا، وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ
الْبَأْسِ، أُولَئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا، وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ ﴿١٧٧﴾

”کچھ اصل نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو، ہاں
اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور
پیغمبروں پر، اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ
داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر اور ساتلوں کو اور گردنیں
چھڑانے میں، اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا
کرنے والے جب عہد کریں۔ اور صبر کرنے والے مصیبت

اور سختی میں اور جہاد کے وقت یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات پکی کی اور یہی پرہیزگار ہیں (أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ) (۲: ۱۷۷) اللہ تعالیٰ انہی کی مدد کرتا ہے اور انہی کو خلافت سے سرفراز کرتا ہے جو متقی ہیں:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۹۳﴾

”اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ ڈروالوں کے ساتھ

ہے۔ (أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ) ﴿۱۹۳﴾ (۲: ۱۹۳)

قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا ۗ إِنَّ

الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۸﴾

”موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا: اللہ کی مدد چاہو، اور صبر کرو۔ بے

شک زمین کا مالک اللہ ہے۔ اپنے بندوں میں جسے چاہے، وارث

بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے۔“ (۴: ۱۲۸)

قرآن مجید میں ایسا حکم جا بجا ملتا ہے:

وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۳۳﴾

”اور اللہ سے ڈرتے رہو (وَاتَّقُوا اللَّهَ) اور جان رکھو کہ اللہ

تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔“ (۲: ۲۳۳)

تقویٰ کا مفہوم پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اگر ترتیب کے لحاظ سے تقویٰ کا درجہ دیکھیں تو گویا تیسرے درجہ پر اس کا

بیان ہو رہا ہے۔ مگر ایمان کے بارے میں جو بات ہوئی تو تب بھی تقویٰ لازم ٹھہرا۔

جب کتاب کی اہمیت بیان ہوئی تو فرمایا، یہ ہدایت ہے متقین کے لئے۔
ظاہر ہے ایمان، اسلام اور تقویٰ سب لازم و ملزوم ہیں۔ گویا عمل میں تقویٰ
نہیں تو انسانی کردار کا ارتقا ناممکن ہے۔

عام حکمت عملی کی روشنی میں بھی غور کریں تو زندگی بہت قیمتی اور قابل قدر
نعمت ہے، یہ قدرت کا عطیہ ہے۔ اس کے برتنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے،
ہمارے ہاں اسلامی اصطلاح میں یہی تقویٰ ہے۔

ہمارے شاعروں نے بھی تخیل کے زور میں کچھ ایسی ہی احتیاط کا ذکر کیا ہے:

آہستہ خرام، بلکہ مخرام
زیرِ قدمت ہزار جان است

(امیر خسرو)

(آہستہ چل بلکہ مت چل، تیرے قدموں کے نیچے ہزار رُوحیں ہیں)

ٹنگ سانس بھی لے آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اس کار گہ شیشہ گری کا

(میر)

تمہارے ہاتھ میں جو چراغ ہے کہیں تمہاری بے احتیاطی سے بجھ نہ جائے:

چراغ لے کے کہاں سامنے ہوا کے چلے!



اتجھے کام: الصّٰلِحِیْنَ

اتجھے کام وہی ہوتے ہیں جو اچھی نیت سے کیے جائیں، اس طرح سے کام کرنے والے لوگوں کو قرآن نے صالحین کہا ہے۔ گویا مومنین، مسلمین اور متقین وہی ہیں جو اتجھے اور ٹھیک کام کرتے ہیں۔ یہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں اور انھی کو دنیا و آخرت میں اجر خیر ملتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ
مَمْنُونٍ ۝۸

”بے شک جو ایمان لائے اور اتجھے کام کیے (وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ)

ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔“ (قرآن مجید ۲۱: ۸)

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝۲۹

”وہ جو ایمان لائے اور اتجھے کام کیے، ان کو خوشی ہے اور اچھا انجام۔“

(۲۹: ۱۳)

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ

يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۰

”جو برا کام کرے، تو اسے بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا ہی۔ اور جو اچھا کرے

کرے (مَنْ عَمِلَ صَالِحًا) مرد خواہ عورت، اور ہو مسلمان، تو وہ جنت میں داخل کیے جائیں گے، وہاں بے گنتی رزق پائیں گے۔“ (۴۰:۴۰)

متعدد آیات قرآنی میں یہ باتیں بار بار دہرائی گئی ہیں۔ صالحین وہ ہیں جو نیکی کے کاموں میں آگے آگے ہوتے ہیں۔

يَوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۱۳﴾

”اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لاتے ہیں اور بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نیک کاموں پر دوڑتے ہیں اور یہ لوگ لائق ہیں (وَأُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ)“ (۱۱۳:۳)

اللہ کی نظروں میں یہی نیکو کار لوگ قیادت و سیاست و ریاست کے مستحق ہیں: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ﴿۱۰۵﴾

”اور بے شک ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد لکھ دیا کہ اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ)“ (۱۰۵:۲۱)

صالح لوگوں کے مددگار بھی صالح لوگ ہوں گے۔ آج کے دور کے جمہوری نظام حکومت کے سیاق و سباق میں نمائندے بھی صالح بندے ہونے چاہئیں

اور ان کے ساتھ نظام حکومت میں شریک بھی نیک لوگ ہی ہونے چاہئیں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي

الصَّالِحِينَ ⑨

”اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے، ضرور ہم انہیں نیکوں میں

شامل کریں گے (لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ)“ (۹:۲۹)



حَسَنِ سُلُوكٍ: مُحْسِنِينَ

حَسَنِ سُلُوكٍ ایک بہت بڑی اخلاقی معاشرتی قدر ہے۔ وہ لوگ جو بہت حلیم و کریم ہیں، حَسَنِ سُلُوكٍ کرنے والے (مُحْسِنِينَ) سب سے بڑھ کر ہیں:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُظَيْبِ
الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٣﴾

”وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، خوشی میں اور رنج میں، اور
غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور نیک لوگ
(مُحْسِنِينَ) اللہ کے محبوب ہیں۔“ (قرآن مجید ۳: ۱۳۳)

ٹھیک ہے کہ متقی اور مومن بندے خیرات کرتے ہیں اور غصہ پی جاتے ہیں
اور لوگوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔ مگر محسنین کا درجہ ان سب سے ارفع اور بلند ہے کہ
وہ نیکیوں میں ان سے بڑھ کر لوگوں سے حَسَنِ سُلُوكٍ بھی کرتے ہیں۔ ایک مثال اس
بارے میں حضرت امام زین العابدینؑ کی دہرائی گئی ہے کہ ایک لوٹڈی آپ کو وضو کرا
رہی تھی کہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ پر گرا۔ مگر اس نے فوراً کہا: الْكَاطِبِينَ
الْغَيْظِ (غصہ کے ضبط کرنے والے) آپ کا غصہ دور ہو گیا تو اس نے پڑھا:
الْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ (لوگوں کو معاف کرنے والے) آپ نے فرمایا، میں نے

تمہیں معاف کر دیا۔ لوٹدی بھی مومن اور متقی لوگوں کے اخلاق و صفات عالیہ سے آشنا تھی، اُس نے کہا:

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے)
آپ نے فرمایا: جا، میں نے تجھے آزاد کیا۔

یہ غصہ پینے اور معاف کرنے کے بعد ایک اعلیٰ صفت ہے کہ وہ لوگ پھر حُسنِ سلوک کرتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام جب اپنے تئیں بھائیوں پر ظاہر کرتے ہیں اور وہ ہکا بکا کھڑے ہوتے ہیں تو آپ فرماتے ہیں:

قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۙ

”بے شک اللہ نے ہم پر احسان کیا (قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا) بے شک جو پرہیزگاری اور صبر کرے، تو اللہ نیکوں کا نیک انعام (أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ) ضائع نہیں کرتا۔“ (۹۰:۱۲)

معلوم ہوا، تقویٰ اور صبرِ محسنین کی خصوصیات میں سے ہیں۔

اسی طرح محسنین کی ایک صفت کی طرف اشارہ فرمایا:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ ۙ

”اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے

(لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ) “(۶۹:۲۹)

جو بھی اللہ کی معرفت پانے کی کوشش کرنے گا، اس کے لئے محنت کرے

گا، اللہ اس کی مدد کرے گا۔ معیت کا یہاں یہی مفہوم ہے۔ ایک مفسر نے یہاں
 مُحْسِنِينَ کے معنی خلوص والے لکھے ہیں۔



صدق: صادقین

جب اللہ کا رسول اپنے سامنے مخاطبین کو اللہ کا کلام سنارہا تھا تو صادقین سے اس کی مراد یہ تھی کہ تم سچ تو مان رہے ہو مگر عمل سے ثابت کرو کہ کیا واقعی تم سچ پر قائم رہتے ہوئے سچے لوگوں کی مدد بھی کر رہے ہو:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ
يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ
اللَّهِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾

”ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی سچے ہیں (ہم الصادقون)“ (قرآن مجید ۴۹: ۱۵)

گویا ایمان کے ساتھ تصدیق لازم ہے اور کمال تصدیق کا عمل سے ہی اظہار ہوتا ہے۔

مہاجرین جنہیں اپنے دین کو بچانے کے لئے گھروں سے نکلنا پڑا بلکہ انہیں ہجرت پر مجبور کر دیا گیا:

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا
مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ أُولَٰئِكَ

هُمُ الصُّدِّقُونَ ﴿٨﴾

”جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے، اللہ کا فضل اور اس

کی رضا چاہتے اور اللہ و رسول کی مدد کرتے، وہی سچے ہیں۔

(أُولَئِكَ هُمُ الصُّدِّقُونَ) “(۸:۵۹)

ایمان اور تقویٰ رکھنے والوں کو حکم ہوتا ہے کہ راست بازوں کے ساتھ رہو اور

ان کی مدد کرو:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ﴿١١٩﴾

”اے ایمان والو، اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔“ (۱۱۹:۹)

قیامت کے دن سچے، راست رو، راست گو اور راست باز ہی سرخرو ہوں گے:

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ ط لَهُمْ

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا ط

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١١٩﴾

”اللہ نے فرمایا کہ یہ ہے وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام

آئے گا، ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ

ان میں رہیں گے، اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی! یہ ہے

بڑی کامیابی!“ (۱۱۹:۵)



صبر: الصَّابِرِينَ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ
إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٣﴾

”اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ
صابروں کے ساتھ ہے۔“ (قرآن مجید ۲: ۱۵۳)

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا
وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٣٦﴾

”اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں جھگڑو نہیں کہ
پھر بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہو جاتی رہے گی اور صبر
کرو، بے شک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔“ (۲۶: ۸)

فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ
وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ
وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿٣٦﴾

”اگر تم میں سو صبر والے ہوں، دو سو پر غالب آئیں گے، اور اگر تم
میں ایک ہزار ہوں تو وہ دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم

سے اور اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے۔“ (۶۶:۸)

وَلَيْنَ صَبْرَتْكُمْ لَهٗوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۳﴾

”اور تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔“ (۱۲۶:۱۶)

وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ یہ اللہ کی معیت مومنوں کی نصرت اور اعانت کے معنوں میں ہے۔ وہ سب لوگ جو صبر کرتے ہیں، اللہ ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں کامیابی سے نوازتا ہے۔

قرآن مجید میں صبر کا لفظ بڑے جامع معنوں میں استعمال ہوا ہے:

کسی مشکل اور مہم کے دوران میں آدمی ضبط قائم رکھے۔ یعنی disciplined

رہے اور پرسکون اور composed، تو یہ صبر ہے۔

ہر صورت حال میں عقل اور شریعت کی روشنی میں عمل پیرا ہو تو یہ بھی صبر ہے۔

خطرناک صورت حال میں مستقل مزاجی اختیار کرنا، جنگ میں ڈٹے رہنا بھی

صبر ہے۔

روزہ کے دوران میں ضبط بھی صبر ہے۔

اللہ یہ بھی فرماتا ہے کہ صبر ہے بڑا مشکل۔ پھر اس کے ساتھ دعا اور نماز کو

شامل رکھنا چاہیے:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ ۗ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا

عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴿۱۵﴾

”اور صبر اور نماز سے مدد چاہو، اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے

مگر ان پر نہیں جو دل سے میری طرف جھکتے ہیں۔“ (۲۵:۲)

صلوٰۃ (دعا اور نماز) کی طرف مائل ہونا بھی مشکل ہے۔ اسی لئے اسے اللہ کی توفیق سے ہی ممکن کہا گیا ہے۔

اگر کوئی قومی مہم ہو یعنی جہاد کا معاملہ ہو تو پھر صبر کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیاری اور محافظت بھی ضروری ہے۔

جہاد میں صبر کے ساتھ تقویٰ اور اللہ کی مدد:

بَلَىٰ ۖ إِن تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فَوْرِهِمْ هَذَا

يُمِدُّكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ آلْفٍ مِّن الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ ﴿١٢٥﴾

”ہاں کیوں نہیں، اگر تم صبر اور تقویٰ کرو اور کافر اسی دم تم پر آ

پڑیں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے

بھیجے گا۔“ (۱۲۵:۳)

نشانِ راہ یہی فرمانِ خداوندی ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ○

اور اللہ کی طرف سے بشارت:

وَالَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ

وَأَنفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرءُونَ

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنَّاتُ

عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ

وَذُرِّيَّتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ

بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى

الدَّارِ ۲۳

”اور وہ جنہوں نے صبر کیا

اپنے رب کی رضا چاہنے کو

اور نماز قائم رکھی

اور ہمارے دیے سے ہماری راہ میں

چھپے اور ظاہر خرچ کیا۔

اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔

انھی کے لئے پچھلے گھر کا نفع ہے۔

بننے کے لئے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے

اور جو لائق ہیں، ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں اور فرشتے

ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے:

سَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ

فَنِعْمَ عِقْبَى الدَّارِ ۲۳

(سلامتی ہو تم پر

تمہارے صبر کا بدلہ،

تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا) (۱۳: ۲۲-۲۳)



شکر: الشَّاكِرِينَ

شکر نعمت کا پہچانا، اور اس کا پھیلانا ہے۔ بندہ دل سے بھی شکر کرے۔ زبان سے بھی اور اپنے تمام اعضاء سے بھی۔

جب آدمی اس طرح شکر کرتا ہے تو اللہ اسے زیادہ دیتا ہے:
 وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٤﴾

”اور یاد کرو جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں اور دوں گا اور اگر ناشکری کرو تو میرا عذاب سخت ہے۔“ (۱۴:۷)

اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے سب تمہارے لئے پیدا کیا پس شکر ادا کرو۔
 فَكُلُوا مِنَّا رِزْقًا حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا
 نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١١٣﴾

”تو اللہ کی دی ہوئی روزی حلال پاکیزہ کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسے پوجتے ہو۔“ (۱۱۳:۱۶)



تَوَكَّلْ: الْمُتَوَكِّلِينَ

توکل کے معنی ہیں اللہ پر پورا اعتماد کرنا۔ قرآن مجید نے اسے مومنوں اور مسلمانوں کی صفت کے طور پر بیان فرمایا ہے:

وَ اتَّقُوا اللَّهَ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١١﴾

”اور اللہ سے ڈرو اور مومنوں کو اللہ ہی پر بھروسا چاہیے۔“ (۱۱:۵)

تقویٰ اور توکل دونوں ایمان کا نتیجہ ہیں۔

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٣﴾

”اللہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی نہیں اور اللہ ہی پر ایمان لانے

والے بھروسا کریں۔“ (۱۳:۶۴)

وَقَالَ مُوسَىٰ يُقَوْمِ إِنِ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ

تَوَكَّلُوا إِنِ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ﴿٨٣﴾

”اور موسیٰ نے کہا، اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لاتے تو اسی

پر بھروسا کرو اگر تم اسلام رکھتے ہو (اِنِ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ)“

(۸۳:۱۰)

توکل ایک مستقل سنت بھی ہے جو توکل کرنے والے کو اسی نام (متوکل)

سے موسوم کرتی ہے۔ یعقوب علیہ السلام کہتے ہیں:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۗ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٦٤﴾

”حکم تو سب اللہ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور بھروسا کرنے والوں کو اسی پر بھروسا ہے۔ (وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ)“ (۶۷:۱۲)

قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ ۖ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۳۸﴾

”تم فرماؤ، اللہ مجھے کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ کریں۔“

(۳۸:۳۹)

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿۱۵۹﴾

”اور جب کسی بات کا ارادہ پکا کرو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ بے شک

توکل کرنے والے اللہ کو پیارے ہیں (إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ

الْمُتَوَكِّلِينَ)“ (۱۵۹:۳)

صوفیاء نے بھی اسی حد تک ہی تشریح کی ہے۔ شاہ محمد ذوقی ”توکل کے معنی لکھتے

ہیں: ”خدا پر بھروسہ کرنا اور اپنے جملہ امور خدا کے سپرد کر دینا۔“ (سیر دلبرال ص ۱۲۲)

وہ کہتے ہیں کہ چونکہ ”حق تعالیٰ بندہ کی مصلحتوں کو بندہ سے بہتر جانتا ہے۔ متوکل

خوب سمجھتا ہے کہ بے فائدہ محنت میں اپنا نفس ہلاک کرنا حماقت ہے۔“

(ایضاً ص ۱۲۳)

توکل کے ساتھ سعی یا کوشش کی نفی نہیں ہوتی بلکہ سعی یا کوشش کے

ساتھ توکل کا تعلق یوں ہے کہ کوشش اور محنت کے بعد توکل کا مفہوم کھلتا ہے کیونکہ عمل

کے بعد نتیجہ خدا کے سپرد کر دینا ہوتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ اونٹ کا گھٹنا

باندھ کر توکل کرو۔

خاص قُربِ خداوند تعالیٰ: مُقَرَّبِينَ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے بعد دیکھا جائے تو جن لوگوں نے اللہ کو پانے (معرفت و وصال) کی کوشش کی۔ انھیں ہم صوفیاء کہتے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ (ابوالحفص) نے عوارف المعارف میں بتایا کہ وہ ان لوگوں کو صوفی کہہ رہے ہیں کہ اب یہی نام مروج ہے ورنہ اصل میں اس گروہ کو مقربین کہنا چاہیے۔ اللہ نے فرمایا:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ ﴿١٠﴾ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي
جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ
الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾

”اور جو سبقت لے گئے۔ وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب

بارگاہ ہیں۔ چین کے باغوں میں، اگلوں میں سے ایک گروہ اور

پچھلوں میں سے تھوڑے۔“ (قرآن مجید ۵۶: ۱۱)

”اگلوں میں سے ایک گروہ“ کے معنی بعض مفسرین نے یہ لئے ہیں کہ یہاں

سابقون السابقون مہاجرین و انصار کی ایک کثیر تعداد ہے اور پچھلوں میں سے جو نسبت

کے لحاظ سے اس درجے تک پہنچے یعنی اولیاء اللہ، سابقون الاولون شمار ہوتے ہیں مگر

اس پہلے گروہ سے درجہ میں کم ہیں۔

دوسرے مفسرین نے کہا کہ نہیں۔ اگلوں میں سے ایک بہت بڑے گروہ (ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ساری اگلی امتوں کے لوگ ہیں: ان کے انبیاء کرام اور دیگر صالحین۔ پچھلوں میں سے ایک گروہ (ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ) میں امت محمدیہ کے سارے "اولیاء امت اور متقین کا ملین" مراد ہیں۔ ویسے دیکھا جائے تو اللہ ہر بندے کے قریب ہے مگر اس کے قرب کے ثمرات سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جو اس کو پانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ فرمایا:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۗ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿١٨٦﴾

"اور جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں (فَإِنِّي قَرِيبٌ) دعا قبول کرتا ہوں، پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔ تو انھیں چاہیے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں کہ کہیں راہ پائیں۔" (قرآن مجید ۲: ۱۸۶)

قرب حاصل کرنے کی شرائط: ایمان، اطاعت حکم الہی اور راہ پر چلنا۔ اللہ کا قرب ملتا ہے تو اس کی نصرت بھی قریب آ جاتی ہے:

إِلَّا إِنْ نَصَرَ اللَّهُ قَرِيبٌ ﴿٣٤﴾

"سن لو، بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔" (۲: ۲۱۴)



عبادت: عَابِدِينَ

اللہ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾

”اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے ہیں کہ میری بندگی کریں۔“

(قرآن مجید ۵۱: ۵۶)

عبادت (بندگی) کا لفظ قرآن مجید میں وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مذکورہ بالا آیت میں عبادت سے مراد عبادت پنجگانہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک طرح سے تمام احکام الہی کی اطاعت اس میں آ جاتی ہے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے بات یوں واضح کی ہے:

”عبادات سے یہاں مراد فقہ کی کتاب العبادات والی عبادت پنجگانہ مراد نہیں، بلکہ اپنے وسیع مفہوم میں طلب رضاء الہی کے مراد مراد ہے۔ امام رازی نے کہا ہے کہ ساری عبادتوں کا خلاصہ دو چیزیں ہیں، ایک امر الہی کی تعظیم، دوسرے خلق اللہ پر شفقت..... دوسرے لفظوں میں حقوق اللہ کی ادائیگی، حقوق العباد کی ادائیگی۔ مخلوقات میں یہ دو قسمیں ایسی ہیں جن میں خالق نے اپنے بندوں کے لئے پورا احساس ذمہ داری رکھ دیا ہے..... پورے طور پر ذمہ دار ہستیاں بنا کر یہی دو مخلوق دنیا میں بھیجی گئی ہیں۔ ان کی اپنی تکمیل ذات کے لئے یہ لازمی ہے کہ یہ جو کچھ بھی کریں، عبادت ہی کی راہ سے کریں۔“ (تفسیر وتر جمعہ ص ۴۵-۱)

کئی پیغمبروں نے اپنی قوموں کو اللہ کے احکام کی طرف بلایا تو یہی کہا کہ اللہ کی بندگی کرو۔ (اعْبُدُوا اللَّهَ)

فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا ۝۶۲

”پس اللہ کے لئے سجدہ اور بندگی کرو“ (۶۲:۵۳)

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۵۱

”بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے، تو اسی کو پوجو، جو یہ ہے

سیدھا راستہ (هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ۝۵۱)“ (۵۱:۳)

وَاللَّهُ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝۳۳

”اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی

طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ تو اسی کی بندگی کرو اور اس پر بھروسا

رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔“ (۱۲۳:۱۱)

آخر میں پھر اس آیت پر ایک نظر ڈالئے، وہاں جو فرمایا کہ جن اور انسان کو

پیدا کیا کہ اسی کی عبادت کریں (لِيَعْبُدُون) تو صوفیاء نے اس کے تفسیری معنی کیے

ہیں: لِيَعْرِفُونَ، کہ اُس کی معرفت حاصل کریں کیونکہ عبادت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ اُن پر

اپنی معرفت کے دروازے کھول دے گا اور وہ اس کا قرب پالیں گے گویا یہ انسان کی

تکمیل ذات کا ایک پوائنٹ ہے جو انسان کے روحانی ارتقاء کا اہم مقام ہے۔

جہاد: الْجَاهِدِينَ

دشمن کے خلاف پوری قوت اور طاقت کے ساتھ مقابلہ کرنا جہاد کہلاتا ہے..... ہجرت کے معابعد کے شروع سالوں میں ہی جہاد کی تعریف سب کو معلوم ہو گئی تھی۔ اس زمانے میں کفار مکہ اور دیگر دشمنان اسلام سے جنگیں ہو رہی تھیں۔ سو ان کو جہاد کہا گیا اور ضرورت وقت کے مطابق اس پر زور دیا گیا کہ دشمنوں سے مقابلہ مسلمانوں کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔

مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتھ ہی یہ بھی بتاتے رہے کہ جہاد صرف یہیں تک محدود نہیں، جو قتال وقت کا اہم ترین تقاضا ہے مگر جہاد وہ بھی ہے کہ اپنے نفس سے جہاد کرو اور شیطان (اندرونی اور بیرونی منفی قوتوں) سے جہاد کرو۔

ان آیات میں تینوں قسم کے جہاد کا ذکر آ گیا ہے:

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ۗ

”اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔“ (۷۸:۲۲)

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ

”اور اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے۔“ (۴۱:۹)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ سے واپس آ رہے تھے تو فرمایا:

”تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہو۔“

یہاں بڑے جہاد (جہادُ الاکبر) سے مراد صوفیاء کی اصطلاح میں مجاہدہ نفس ہے۔ اپنی عادتوں کا تبدیل کرنا، طبیعت کے خلاف دین پر عمل پیرا ہونا، اپنی پسند اور ناپسند کو چھوڑ کر اللہ کے حکم کو پسند کر کے کام کرنا، یہ بھی جہاد کبیر ہے۔

یوں دیکھا جائے تو مسلمانوں میں ہر فرد مجاہد ہے۔ مایک تو وہ ضرورت پڑنے پر دشمن کے ساتھ منظم ہو کر لڑنے کو تیار ہے اور دوسرے وہ اپنی جگہ پر ایک warrior کی طرح پوری آگہی کے ساتھ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خلاف نبرد آزما رہتا ہے۔ ایسا آدمی ہر حال میں مجاہد ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث روایت کی گئی ہے:

”اپنی خواہشات سے اس طرح جہاد کرو جس طرح اپنے دشمنوں سے جہاد

کرتے ہو۔“



ذکر: الذَّاكِرِينَ

ذکر سے مراد ہے اللہ کو ہر حال میں ہر وقت یاد رکھنا۔ قرآن مجید میں ذکر کرنے کی اس لئے تاکید کی گئی ہے کہ ہر عبادت کا مقصد ذکر ہے۔ اگر تمام آداب و لوازمات کے ساتھ اللہ کو یاد رکھا جائے تو دلوں کو اطمینان و سکون نصیب ہوتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ أَلَا
بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

”وہ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لو، اللہ کی یاد میں دلوں کا چین ہے۔“

(قرآن مجید ۱۳: ۲۸)

پھر ایک دین دار کے لئے اس سے بڑا کوئی انعام نہیں ہے کہ اللہ بھی اسے یاد رکھتا ہے۔ بلکہ کہا گیا ہے کہ اللہ کا یاد کرنا ذکر کرنے والے کا چرچا کرنا مراد ہے:

فَاذْكُرُونِي أَذْكَرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ﴿١٥٢﴾

”تو میری یاد کرو، میں تمہارا چرچا کروں گا (اَذْكَرْكُمْ) اور میرا

حق مانو اور میری ناشکری نہ کرو۔“ (قرآن مجید ۲: ۱۵۲)

کبھی بھی کوئی شغل یا کاروبار بندے کو ذکر سے غافل نہ کرے۔ یہی روحانی

تکمیل کی نشانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا
أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ
هُمُ الْخَيْرُونَ ⑨

”اے ایمان والو! تمہارے مال نہ تمہاری اولاد کوئی چیز تمہیں
اللہ سے غافل نہ کرے اور جو ایسا کرے، تو وہی لوگ نقصان میں
ہیں۔“ (قرآن مجید ۹:۶۳)

مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے جو تمام اخلاقی و روحانی خوبیاں
رکھتے ہیں/ رکھتی ہیں اور خاص طور پر ذکر کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے
معفرت اور اجر عظیم ہے۔ (قرآن مجید ۳۳:۳۵)

اسی لئے تصوف کی بنیاد ذکر پر رکھی گئی۔ ذکر سے مراد صرف زبان سے ذکر نہیں
بلکہ قلب کا ذکر مراد ہے۔ تمام انسانی قوی پر ذکر چھا جائے جسے سلطان الازکار کہتے ہیں۔
ذکر اس قدر اہم ہے کہ سب کچھ کرتے رہو مگر ذکر چھوڑ دو تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔
صوفیاء کے نزدیک انسان کی روحانی زندگی کا ارتقاء ذکر سے ہی شروع ہوتا ہے، ذکر
کے ساتھ ہی جاری رہتا ہے۔ اور اس کی تکمیل بھی ذکر کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرما دیا گیا:
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ⑩

”اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بولو۔“

(قرآن مجید ۳۳:۴۱)

فَذِكْرٌ إِنْ نَفَعَتِ الذِّكْرَى ⑪

”تو تم نصیحت فرماؤ، اگر نصیحت کام دے۔“ (قرآن مجید ۸۷:۹)

ذکر کو نصیحت کہا گیا ہے۔ یہ جو صوفیاء کسی لفظ یا دعا کو بار بار دہرانے کے لئے کہتے ہیں اور اُسے ذکر کا نام دیتے ہیں تو یہ ذکر ایک لحاظ سے اپنے آپ کو یاد دلانے کے لئے ہوتا ہے کہ اللہ سے غافل نہ رہو۔ انگلش میں اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے: Remind them if reminder helps تو اپنے آپ کو یاد دلانے کے لئے ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ آئی آئی قاضی نے فرمایا:

Zikr does not necessary mean saying or repeating words again and again. It is a matter of art how to remind yourself.

(ذکر کا لازمی طور پر مفہوم یہ نہیں ہے کہ لفظوں کو بار بار دہراتے یا کہتے رہیں۔

یہ تو اپنے آپ کو یاد دلانے کے فن کا معاملہ ہے)

Speeches Allama I.I.Kazi, P. 236 Royat Book Company, Karachi, 1997



ہجرت: الْمُهَاجِرِينَ

ہجرت کے بارے میں قرآن مجید کی آیات سے واضح ہے کہ جہاں ایمان اور اسلام کے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے یا ایک مسلمان اسلامی اقدار کی پاس داری کرتے ہوئے زندگی بسر نہ کر سکے تو اُسے وہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے اور کسی ایسی جگہ چلے جانا چاہیے جہاں وہ اپنے دینی عقائد کے ساتھ اعمال صالح بجلا سکے۔ اسی لئے دینی اصطلاحات استعمال کرتے ہوئے کہا گیا کہ دارالکفر سے نکل کر دارالایمان میں چلے جانا ہجرت ہے۔ قرآن مجید میں بتایا گیا کہ جہاد کرنے والے اور ہجرت کرنے والے اللہ کی رحمت کے مستحق ہو جاتے ہیں:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢١٨﴾

”وہ جو ایمان لائے اور وہ جنہوں نے اللہ کے لئے اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے، وہ رحمت الہی کے امیدوار ہیں

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (۲۱۸:۲)

جو اپنی دینی و دنیاوی اقدار کی حفاظت کے لئے ہجرت کرتے ہیں، اللہ ان

کی مدد فرماتا ہے اور وہی کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ فرمایا:

وَقُلْ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مَخْرَجَ صِدْقٍ وَّاَجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿٨٠﴾

”اور یوں عرض کرو کہ اے میرے رب، مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے مددگار غلبہ دے۔“ (۸۰:۱۷)

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَّهٰجَرُوْا وَّجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾

”وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے۔ اور وہی مراد کو پہنچے۔“ (۲۰:۹)

وَالَّذِيْنَ هٰجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظَلَمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۗ وَّلَا جُرْ اٰخِرَةَ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢١﴾

”اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھربار چھوڑے مظلوم ہو کر، ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بے شک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے، کسی طرح لوگ جانتے!“ (۲۱:۱۶)

جب حالات ناقابل برداشت ہو جائیں تو اللہ نے بڑی تاکید سے ہجرت کی طرف رغبت دلانی ہے۔ اور خاص طور پر بتایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہجرت کے بعد کئے

ہونے درخت کی طرح ہو جائیں گے، ایسا نہیں ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعَمًا
كَثِيرًا وَسَعَةً ۗ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى
اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى
اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

”اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا، وہ زمین میں بہت جگہ
اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا، اللہ اور اس کے رسول
کی طرف ہجرت کرتا، پھر اسے موت نے آیا تو اس کا ثواب اللہ
کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

(قرآن مجید ۴: ۱۰۰)

آج کل جو لوگ طمع اور ڈر کے ماحول میں ملازمت میں خطرہ محسوس کرتے
ہیں یا تبادلے اور ترقی کی منسوخی سے ڈر کر حاکموں کی ناجائز خدمت کے لئے رشوت لینے
پر مجبور ہیں، انہیں ضرور وہ جگہ چھوڑ دینی چاہیے۔ ان کے لئے یہی ہجرت ہے!



نماز: الْبُصَلِّينَ

حدیث میں نماز کو معراج کہا گیا ہے۔ دینی زندگی میں عروج اور کمال نماز سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں نے نماز کی اتنی پابندی کی کہ یہ ان کی عادت بن گئی اور جب تک وہ نماز وقت پر نہ پڑھ لیں، انھیں چین نہیں آتا۔

قرآن مجید میں صلوٰۃ کا لفظ دونوں معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا معنی دعا بھی ہے اور اس سے مراد وہ نماز بھی ہے جو تمام مسلمانوں پر وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ کِتَابًا مَّوْقُوتًا (پابندی وقت کے ساتھ فرض)۔ آج کل کے بعض آزاد خیال دانش ور جو مسلم بھی کہلوانا چاہتے ہیں اور ساتھ غیر مسلم بھی رہنا چاہتے ہیں، صلوٰۃ کے معنوں کو سیاق و سباق سے الگ کر کے خود بھی خوار ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی خوار کرتے ہیں۔

نماز کی فرضیت اس قدر اہم ہے کہ جنگ کے عالم میں بھی اسے نہیں چھوڑا گیا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا گیا کہ جب آپ جنگ کے دوران میں ان میں موجود ہوں تو

فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلَتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ
وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن
وَرَائِكُمْ وَلَتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَى لَمْ يُصَلُّوا
فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ

”پھر نماز میں ان کی امامت کرو۔ تو چاہیے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں۔ اور جب وہ سجدہ کر لیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی۔ اب وہ تمہارے مقتدی ہوں۔“ (قرآن مجید ۴: ۱۰۲)

نماز باجماعت کا حکم دیا گیا:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۳۳﴾
 ”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔“

(۲۳:۲)

قُلْ لِّلْعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلَاةَ۔

”میرے ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں.....“

(۳۱:۱۴)

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِی النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّیْلِ ۚ إِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ ۚ

”اور نماز قائم رکھو دن کے دونوں کناروں اور کچھ رات کے حصوں

میں۔ بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔“ (۱۱: ۱۱۴)

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّیْلِ۔

”اور نماز قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک.....“ (۷۸: ۷۸)

مومنوں کی صفت ہے کہ وہ ”اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔“

(۳۴: ۶، ۹۲: ۶، ۷۰: ۳۴)

اور وہ جو نماز میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کے بارے میں کہا گیا:
 ”توان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔“

(۵۰۴:۱۰۷)

رکوع اور سجدہ نماز کے ارکان ہیں۔ مومنوں کے رکوع اور سجدہ کے شغف کو

خاص طور پر سراہا گیا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
 رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا
 مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا نَّسِيئَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ
 السُّجُودِ

”محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ
 والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔ تو انہیں
 دیکھے گا رکوع کرتے، سجدے میں گرتے۔ اللہ کا فضل اور رضا
 چاہتے، ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے، سجدوں کے
 نشان ہیں۔“ (۲۹:۴۸)

”جب ان پر (قرآن) پڑھا جاتا ہے، ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر

جاتے ہیں۔“ (۱۰۷:۱۰۷)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ﴿۹۸﴾

”پس اپنے رب کو سراہتے ہوئے (فسبِّح) اس کی پاکی بولو

اور سجدہ والوں میں ہو۔ (وَ كُن مِّنَ السَّاجِدِينَ) (۹۸:۱۵)

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ
الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ط قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ
يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط

”کیا وہ جسے فرمانبرداری میں رات کی گھڑیاں گزریں سجدہ میں
اور قیام میں، آخرت سے ڈرتا، اور اپنے رب کی رحمت کی آس
لگائے، کیا وہ نافرمانوں جیسا ہو جائے گا۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں
جاننے والے اور انجان.....“ (۹:۳۹)



توبہ: التَّوَابِينَ

دینی اصطلاح میں توبہ کا مفہوم ہے کسی گناہ کے ارتکاب کے بعد پشیمان ہو کر معافی کے لئے اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کیونکہ توبہ کے بعد ہی بندے کو پاکیزگی نصیب ہوتی ہے۔ جیسے کہا گیا ہے کہ اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ (۲۲۲:۲)

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اس قدر پیار ہے کہ جب ان میں سے کوئی توبہ کرتا ہے تو وہ قبول کرتا ہے اور پھر برائیوں سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ
السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾

”اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے

درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔“ (۲۵:۲۴)

”مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو

اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرے اور اچھا کام

کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی۔“ (۲۶:۷۰-۷۱)

اللہ کے شک رحیم و کریم ہے مگر اس کی رحمت کا جان سُن کر بار بار گناہ کرنے

پر دلیر نہیں ہو جانا چاہیے۔ توبہ کے بعد اچھے کام کرنے چاہئیں، نماز پڑھنی چاہیے، زکوٰۃ

دینی چاہیے اور اللہ سے استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

وَأَنْ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُمِتِّعْكُمْ
مَتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ
فَضْلَهُ ۗ

”اور یہ کہ اپنے رب سے معافی مانگو (وَأَنْ اسْتَغْفِرُوا) پھر
اس کی طرف توبہ کرو، تمہیں بہت اچھا فائدہ دے گا ایک ٹھہرائے
وعدہ تک اور ہر فضیلت والے کو اس کا فضل پہنچائے گا۔“

(قرآن مجید ۱۱: ۳)

اور بندہ ان کے نتائج سے اللہ کی پناہ اور حفاظت میں رہنے کے لئے ہر وقت

دعا کرتا رہتا ہے۔

قرآن مجید میں انبیاء کے استغفار کا ذکر ہے۔

استغفار آدم وحواء علیہما السلام:

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

وَتَرْحَمَنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۲۳﴾

”دونوں نے عرض کی، اے رب ہمارے! ہم نے اپنا آپ بڑا

کیا، تو اگر ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور نقصان والوں

میں ہوتے۔“ (قرآن مجید ۷: ۲۳)

استغفار ابراہیم علیہ السلام:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۗ رَبَّنَا
وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝

”اے ہمارے رب! اور ہماری دعا سن لے۔ اے ہمارے
رب! مجھے بخش دے (رَبَّنَا اغْفِرْ لِي) اور میرے ماں باپ کو
اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔“ (۴۱:۴۰:۴۱)

استغفار موسیٰ علیہ السلام:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَاخِيَّ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۗ
وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّحِيمِينَ ۝

”عرض کی اے میرے رب، مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے
(رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَاخِيَّ) اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے لے
اور تو سب رحم والوں سے بڑھ کر رحم والا ہے۔“ (۱۵۱:۷)

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ ۗ إِنَّهُ
هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

”عرض کی اے میرے رب! میں نے اپنی جان پر زیادتی کی، تو
مجھے بخش دے، تو رب نے اسے بخش دیا (فَغَفَرَ لَهُ) بے شک
وہی بخشنے والا مہربان ہے۔“ (۱۶:۲۸)

موسیٰ سے بھی پہلے استغفارِ نوح علیہ السلام:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ

”اے میرے رب مجھے بخش دے (رَبِّ اغْفِرْ لِيْ) اور میرے
ماں باپ کو اور اُسے جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں ہے اور
سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کو.....“ (۲۸:۷۱)
جن کی گناہ اور اُس کے نتائج سے حفاظت کی جاتی ہے وہ: مُسْتَغْفِرِيْنَ ہیں۔
استغفار لغت کی رو سے غَفَرَ سے ہے جس کے معنی ہیں محفوظ رکھنا۔ اس لئے
ہماری دینی اصطلاح میں اس کے معنی ہیں گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہنا اور اگر
گناہ سرزد ہوں تو اُن کے نتائج (سزا وغیرہ) سے حفاظت اور ایسا اللہ ہی کر سکتا ہے۔

نَبِيِّ عِبَادِيْ اِنَّ اِنَّا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۹﴾

”خبر دو میرے بندوں کو کہ بے شک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان۔“

(اِنَّ اِنَّا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۹﴾) (قرآن مجید ۱۵:۴۹)

کہا گیا ہے کہ استغفار انسان کے اخلاقی و روحانی ارتقاء کا آخری مرتبہ ہے۔
اسی لئے اگلی پچھلی امتوں کے انبیاء و اولیاء ہمیشہ استغفار کرتے رہے۔ چونکہ ہمارے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مرتبہ سب سے بڑا ہے۔ اسی لئے آپ کو استغفار کرنے کا حکم
بھی ہوا اور آپ نے استغفار بھی سب سے زیادہ کیا۔

نبی تو ہمیشہ معصوم ہوتا ہے، اُس سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا، اس لئے وہ

ہمیشہ استغفار کرتا ہے کہ ہر حال میں اللہ کی حفاظت میں رہنا چاہتا ہے، ولی کو اللہ گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے مگر یہاں بھی اس کے استغفار سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام بشری کمزوریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور پھر

استغفار سلیمان علیہ السلام:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ

بَعْدِي ۗ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾

”عرض کی اے مرے رب، مجھے بخش دے۔ (رَبِّ اغْفِرْ لِي)

اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر کہ میرے بعد کسی کو لائق نہ ہو، بے شک

تو ہی بڑی دین والا ہے۔ (إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾)

(۳۵:۳۸)

ان کے والد داؤد علیہ السلام کا استغفار:

وَوَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا

وَأَنَابَ ﴿٢٣﴾ فَغَفَرْنَا ۗ

”اب داؤد سمجھا، کہ ہم نے اس کی جانچ کی تھی، تو اپنے رب سے

معافی مانگی (فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ) اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع

لایا تو ہم نے اسے یہ معاف فرمایا“ (فَغَفَرْنَا) (۳۸:۲۳-۲۵)

استغفار یوسف علیہ السلام برائے برادران:

قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الرَّحِيمُ ﴿٩٨﴾

”کہا، جلد میں تمہاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا (سَوْفَ
أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي) بے شک وہی بخشنے والا مہربان
ہے۔“ (۹۸:۱۲)

استغفار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّحِيمِينَ ﴿١١٨﴾

”اور تم عرض کرو، اے میرے رب بخش دے اور رحم فرما اور تو
سب سے برتر رحم کرنے والا ہے۔“ (۱۱۸:۲۳)

یہ خود اللہ نے حضور کو استغفار کی دعا بتائی، اب اس میں مغفرت بھی آپ
کے مرتبہ کے مطابق ہوگی اور رحمت بھی۔ تفسیر ماجدی میں لکھا ہے:

”رَبِّ اغْفِرْ ہر شخص کی معرفت اس کے درجہ و مرتبہ کے متناسب ہوتی ہے۔
پیغمبر کی مغفرت ظاہر ہے کہ اعلیٰ ترین مرتبہ کی ہوگی۔ وَاَرْحَمْ یہ طلب رحمت

کی درخواست پر حال اور مقام کے لئے ہے۔ معاش میں رحمت، درجہ طاعت میں
رحمت، مراتب نجات میں رحمت، وقس علیٰ ہذا۔ غفر ورحمة کے درمیان یہ فرق بھی کیا گیا
ہے کہ غفر تو گناہوں کو مٹا دیتا اور خلق کی نگاہ میں انہیں اوجھل کر دیتا ہے اور رحمت اقوال
و اعمال میں توفیق خیر دیتا ہے۔“ (ص ۷۰)

استغفار صحابہ کرام و مؤمنین:

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۗ لَهَا مَا كَسَبَتْ
وَعَلَيْهَا مَا كَسَبَتْ ۗ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا
أَوْ أَخْطَأْنَا ۗ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ
عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ۗ رَبَّنَا وَلَا تُحِيزْنَا إِلَى طَاقَةٍ
لَنَا بِهِ ۗ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاعْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ أَنْتَ
مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٣٨﴾

”اے ہمارے رب، ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں، اے
رب ہمارے اور ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں
پر رکھا تھا، اے رب ہمارے اور ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی
ہمیں سہار (برداشت) نہ ہو، اور ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں
بخش دے (وَاعْفِرْ لَنَا) اور ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے۔ تو

کافروں پر ہمیں مدد دے۔“ (قرآن مجید ۲: ۲۸۶)

رَبَّنَا فَاعْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا
مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿٣٩﴾

”اے رب ہمارے! تو ہمارے گناہ بخش دے (فَاعْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا) اور ہماری برائیاں محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں
کے ساتھ کر۔“ (۱۹۳: ۳)

أَنْتَ وَلِيُنَا فَاعْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ
الْغَفِيرِينَ ﴿٥٥﴾

”تو ہمارا مولیٰ ہے تو ہمیں بخش دے (أَنْتَ وَلِيُنَا فَاعْفِرْ لَنَا) اور ہم پر رحم کر اور توبہ سے بہتر بخشنے والا ہے۔“ (۱۵۵:۷)

اللہ رحیم و کریم ہے، اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی استغفار کر رہا ہوگا، اسے سزا نہیں ملے گی اور اس پر عذاب نازل نہ ہوگا:

وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

”اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں، جب تک وہ بخش مانگ رہے ہیں۔“ (۳۳:۸)

ان استغفار کرنے والوں کے لئے فضیلت کا بھی ایک درجہ ہے جو سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ مُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿١٤﴾ (۱۷:۳)

مُتَّقِينَ ”پچھلی رات استغفار کرتے ہیں۔“ (وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿١٨﴾) (۱۸:۵۱)

○ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ

○ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ

○ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ الْعَظِيمَ

الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ عَلَيْهِ

○ وَأَسْأَلُهُ التَّوْبَةَ

(اورادِ فتحیہ از امیر کبیر سید علی ہمدانی میں پہلا کلمہ استغفار)

صفائی و پاکیزگی: مُتَطَهِّرِينَ

اللہ نے اپنی کتاب میں ظاہری و باطنی پاکیزگی پر یکساں زور دیا ہے کیونکہ ظاہر کا اثر باطن پر پڑتا ہے اور باطن کا اثر ظاہر پر پڑتا ہے۔ قرآن کریم کی روشنی میں انسان کے اندرون اور بیرون دونوں کو برابر نظر میں رکھا گیا ہے۔ دونوں پہلوؤں کو یکساں مد نظر رکھتے ہوئے ہی اصلاح ہو سکتی ہے۔

پاکیزگی قائم رکھنے والوں کو اللہ پسند فرماتا ہے:

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٣٧﴾

”بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا

ہے ستھروں کو (وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ) (۲: ۲۲۲)

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ

الْمُتَطَهِّرِينَ ﴿٣٨﴾

”اس (مسجد) میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور

ستھرا، اللہ کو پیارا ہے۔ (وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ)“

(۱۰۸:۹)

باطنی طور پر طہارت کے معنوں میں مال دنیا کی محبت کا ترک کرنا بھی شامل

ہے۔ جیسے اہل بیت کے بارہ میں آیہ تطہیر سے ظاہر ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ
وَيُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾

”اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور
فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے (وَيُطَهِّرَ كُمْ
تَطْهِيرًا ﴿٣٣﴾) (۳۳:۳۳)

سورۃ مدثر میں اللہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ ﴿٣٤﴾ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ﴿٣٥﴾

”اور اپنے کپڑے پاک رکھو اور بتوں (وَالرُّجْزَ) سے دور رہو۔“

(۴:۷۴)

رُجْز کے معنی ظاہری اور باطنی نجاست کے ہیں، اور چونکہ سب سے بڑی باطنی
ناپاکی شرک اور بت پرستی ہے اس لئے معنی کیے گئے ہیں کہ بتوں سے دور رہو۔ ورنہ
یہاں ظاہری ناپاکیزگی کا کہا گیا کہ کپڑے پاک رکھو اور عرب محاورے کے مطابق
کپڑے پاک رکھنے سے مراد ہے عمل کو صاف و شفاف رکھنا اور رُجْز سے مراد ہے، ہر قسم
کی قلبی ناپاکی سے پاک رہنا۔

قرآن مجید کے بارے میں فرمایا گیا:

فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿٤٩﴾

”بے شک یہ عزت والا قرآن ہے، محفوظ نوشتہ ہیں، اسے نہ

چھوئیں مگر باوضو۔“

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سے مُطَهَّرُونَ

کے تفسیری معنی لکھ دیے ہیں ورنہ لغوی معنی ہیں پاک لوگ۔ جو جسم و جان کو پاک رکھ کر قرآن ہاتھ میں لیں اور اسے پڑھیں۔ اس سے صحیح معنوں میں فائدہ اُنھی کو ہوگا جو جسم و جان دونوں کے لحاظ سے پاک ہوں گے۔ یعنی با وضو ہوں اور پاک کپڑوں میں پاک جگہوں پر بیٹھیں۔



وہ جو راہ پر ہیں: الْمُهْتَدِينَ

راہ پر کون ہیں؟ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی بتائی ہوئی راہ پر ہیں۔ قرآن مجید میں اسی مفہوم میں ”ہدایت“ کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کی لغت پر غور کرنے والوں نے چار قسم کی ہدایت بتائی ہے۔

اول: پیدائشی ہدایت جو پیدائش کے ساتھ ہی عطا ہوئی۔

دوم: آسمانی کتابوں اور نبیوں کے ذریعہ ملنے والی ہدایت

سوم: توفیق سے ملنے والی ہدایت

چہارم: منزل مقصود تک پہنچا دینے والی ہدایت۔ (امام راغب)

اصل میں ہدایت ایک ہی ہے جس کی یہ چار صورتیں اکثر ہمہ وقت پائی جاتی

ہیں۔ البتہ دوسری صورت پر ہر وقت نظر رہنی چاہیے۔

”اس نے تم پر یہ سچی کتاب اتاری، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی، اور اس

نے اس سے پہلے توریت اور انجیل اتاری۔

”لوگوں کو راہ دکھاتی اور فیصلہ اتارا۔۔۔“ (قرآن مجید ۳: ۳، ۴)

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿۳۸﴾

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ

بھیجا کہ اُسے سب دینوں پر غالب کرے، اور اللہ کافی ہے گواہ۔“

(۲۸:۳۸)

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى
وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾

”----- اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان

ہے۔ اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔“ (۸۹:۱۶)

چنانچہ ہدایت پانے والا (الْمُهْتَد) وہی ہے جس نے اللہ سے ہدایت پائی

یعنی نبیوں کی تعلیم کی روشنی میں راہ پر چلا۔

وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ

”اور جسے اللہ راہ دے وہی راہ پر ہے۔“ (۹۷:۱۷)

اس راستے پر چلنے والوں کی خصوصیات بھی بیان فرمادیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿۹۰﴾ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا

تَشْعُرُونَ ﴿۹۱﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ

وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ

الصَّابِرِينَ ﴿۹۲﴾ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ قَالُوا

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ﴿۹۳﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ

مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿۹۴﴾

”اے ایمان والو، صبر اور نماز سے مدد چاہو، بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔ اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انھیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔ اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے، اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے، اور خوش خبری سنائے صبر والوں کو۔ اور جب ان پر کوئی مصیبت پڑے تو کہیں، ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت، اور یہی لوگ راہ پر ہیں (وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ﴿۱۵۴﴾“ (۲: ۱۵۳-۱۵۴)

مستقی ہدایت یافتہ لوگوں کو مُفْلِحِينَ (مراد کو پہنچنے والے) کہا گیا۔ (۲: ۵)

تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ۲ هُدًى وَرَحْمَةً
لِّلْمُحْسِنِينَ ۳ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ
الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۴ أُولَٰئِكَ عَلَى
هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵

”یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔ ہدایت اور رحمت ہیں نیکوں کے لئے۔ وہ جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر یقین لائیں۔ وہی اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور انھیں کام بنا (وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)“ (۲: ۳۱-۵)

قرآن مجید میں ہدایت کے مفہوم میں لفظ الرُّشْدُ بھی استعمال ہوا ہے۔

رشد کے معنی ہیں بھلائی کی راہ۔ قرآن بھلائی کی راہ بتاتا ہے۔“ (۲:۷۲)

وَاعْلَمُوا أَن فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي
 كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ
 الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ
 وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ﴿۷۰﴾

”اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں، بہت معاملوں میں اگر
 یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں
 ایمان پیارا کر دیا ہے۔ اور اُسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر
 دیا۔ اور کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی
 لوگ راہ پر ہیں۔ (أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّشِدُونَ ﴿۷۰﴾) (۷:۴۹)



کچھ دوسری مثبت خصوصیات

سورۃ احزاب میں عام اور خاص داعیٰ سب خوبیوں کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّابِغِينَ
وَالصَّابِغَاتِ وَالْحَفِظِينَ وَالْحَفِظَاتِ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ
وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّكِرَاتِ ۗ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾

”بے شک مسلمان مرد اور عورتیں اور ایمان والے اور ایمان والیاں اور فرماں بردار اور فرماں برداریں اور سچے اور سچیاں اور صبر والے اور صبر والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں اور روزے والے اور روزے والیاں اور اپنی پارسائی پر نگاہ رکھنے والے اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے اور یاد کرنے

والیال: ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔“ (۳۳:۳۵)

سورہ توبہ میں فرمایا:

التَّائِبُونَ الْعَبِدُونَ الْحَمِيدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾

”توبہ والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے،
رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے
روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے: خوشی سناؤ
مسلمانوں کو!“ (۱۱۲:۹)

سورہ آل عمران میں خاص طور پر نیکو کار لوگوں کی دو صفات کا ذکر ہے:
الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالصَّرَّاءِ وَالْكُظَّيِّينَ
الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۴﴾

”وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور
غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے (وَالْكُظَّيِّينَ
الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ) اور نیک لوگ اللہ کے
محبوب ہیں۔“ (۱۳۴:۳)

فرماں برداری: قَانِتَيْنِ

ویسے تو ہر مسلمان فرماں بردار ہوتا ہے مگر قَانِتَيْنِ اور قَانِتَات (فرماں بردار مردوں اور فرماں بردار عورتوں)، سے مراد یہ ہے کہ ان کی فرماں برداری عجز و نیاز اور خضوع کے ساتھ ہے جیسے دعا اور ذکر میں آدمی کی کیفیت ہوتی ہے۔ ایسی فرماں برداری باہر سے دیکھنے والوں کو بھی نظر آتی ہے۔ کیونکہ یوں فرماں برداری کرنے والا اپنی طاعت و نیکی پر اتراتا ہے نہ ہی فخر کرتا ہے۔

(۴:۳۴، ۲:۲۳۸، ۳:۱۷، ۳۳:۳۵)

خَشَوْع: خَاشِعِينَ

خَاشِعِينَ لِلّٰہ کے معنی ہیں اللہ سے ڈرنے والے۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے فرمایا ہے یہ خشوع شامل ہے عبادات میں، توجہ، قلب اور عادات میں، تواضع پر بھی۔ یعنی عبادات میں بندہ مومن کو ڈر ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے اور عام رویوں میں بھی اللہ سے ڈرتا ہے کہ اس سے کہیں کوئی زیادتی نہ ہو جائے۔ (۳۳:۳۵)

روزہ: الصَّائِمِينَ

روزہ اسلام کا رکن ہے جو رمضان کے مہینے میں فرض ہے مگر اللہ کے فرماں بردار بندے اپنے ضبط و نظم کی مشق کے لئے نفلی روزے رکھتے ہیں جیسے کئی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے۔ (۳۳:۳۵)

سیاحت اور روزہ: السَّائِحِينَ

سائحین وہ بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں جہاد یا تبلیغ یا آیات اللہ کی زیارت و مشاہدہ کے لئے سفر کرتے ہیں مگر احادیث کی رو سے سائیحین اور سائحات سے مراد روزہ رکھنے والے مرد اور عورتیں بھی ہیں۔ (۹:۱۱۲، ۶۶:۵)

خیرات: مُتَّصِدِّقِينَ

”تَصَدَّقَ (خیرات) میں زکوٰۃ و صدقہ نفل وغیرہ سب آگئے۔“ مسلمان معاشرے کا ایک امتیازی وصف غریب و مساکین کی مالی خدمت کرنا ہے۔ اس گئے گذرے دور میں وہ لوگ بھی جو تقویٰ و پارسائی کے اعلیٰ معیار پر پورے نہیں اترتے، صدقہ و خیرات کے معاملے میں دل گھلار کھتے ہیں اور ایک خلقت اُن کے اس عمل سے مستفیذ ہو رہی ہے۔ (۳۳:۳۵)

تحمل و عفو

كُظِيْبِيْنَ الْغَيْظِ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ (۳:۱۳۴)

غصہ یا غمیض و غضب ایک ایسی کیفیت ہے جو آدمی کو اپنے آپ سے باہر کر دیتی ہے اور پھر اگر خدانخواستہ اس پر کوئی ضبط نہ رکھتا ہو تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔ غصہ روک لینا ایک بہت بڑی اخلاقی صفت ہے۔ غصہ آئے تو بندے کو چاہیے کہ جسمانی طور پر جہاں ہو اس جگہ سے الگ ہو جائے یا وضو کر لے اس سے بھی غصہ کی تپش دور ہو جاتی ہے۔

عفو یہ ہے کہ کسی سے خطا ہو جائے تو اس کو معاف کر دیا جائے۔ کہتے ہیں کہ یہ صفت غصہ پی جانے سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ معاف کرنے کے بعد کسی کی خطا پر اس سے بدلہ نہیں لیا جاتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں۔ ایک یہ کہ صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ جو شخص عفو کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو عزت میں ہی بڑھاتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرے، اللہ اس کا درجہ بلند کرتا ہے۔“

غصہ پی جانا اور معاف کر دینا نیکی کے کام ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے (وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ) اندریں بارہ امام زین العابدینؑ کے بارے میں ایک واقعہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔ (صفحہ ۱۵)

کامیابی و مراد یابی: الْفَالِحُونَ، الْفَائِزُونَ

فلاح اور فوز دونوں کامیابی کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں فلاح کے لفظ میں معنی کے لحاظ سے بڑی جامعیت اور وسعت ہے۔ اس میں دونوں جہانوں میں کامیابی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی نے ایک امام لغت کا قول نقل کیا ہے کہ ائمہ لسان کے نزدیک کلام عرب میں جامعیت خیر (دین و دنیا کی بھلائی) سے بڑھ کر کوئی لفظ موجود نہیں۔ انسانی شخصیت اور کردار میں ظاہر و باطن کے ارتقاء و عمل کے لئے بھی لفظ فلاح ہی استعمال ہو گا۔ گویا اس میں self realization اور God realization دونوں مفہوم آ جائیں گے۔

اس سے پہلے جس قدر صفات و اقدار کا بیان ہوا ہے، انہیں سے اگر چند ایک

بھی فکر و عمل میں آجائیں تو گویا مقصود تک رسائی ہوگئی۔ یہ بھی فلاح ہے۔ شروع میں ہی بیان کر دیا گیا کہ قرآن متقیوں کے لئے ہدایت ہے:

الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿۲﴾ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ
إِلَيْكَ وَمِمَّا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۖ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
يُوقِنُونَ ﴿۳﴾ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۴﴾

”وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے ہماری راہ میں اٹھائیں (خرچ کریں) اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب، تیری طرف اترا اور جو تم سے پہلے اترا اور آخرت پر یقین رکھیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے (أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) (۵:۲)“

مؤمن فلاح کو پانے والے ہیں۔ اسی طرح سے
”بے شک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا (مَنْ تَزَكَّى) (۱۴:۸۷)
”پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ ہمیں تمہارا بھلا ہو (لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)“

(۶۹:۷)

علماء و صوفیاء اور مصلحین امت بھی مراد پانے والے لوگ ہیں:
وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۳﴾

”اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور
اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو
پہنچے۔ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (۱۰۴:۳)

مومنوں کی جماعت اللہ کی جماعت ہے۔ اور ”اللہ ہی کی جماعت کامیاب
ہے۔“ (الْآيَاتُ حِزْبِ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۴۲﴾) (۲۲:۵۸)
اسی طرح فوز کے معنی بھی کامیابی کے ہیں۔ اگر آدمی بھلائی کو کامیابی اور
سلامتی کے ساتھ پالے تو یہ فوز ہے۔

”ہر جان کو موت چکھنی ہے۔ اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں
گے۔ جو آگ سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا۔ وہ مراد کو پہنچا (فَقَدْ فَازَ)
اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔“ (۱۸۵:۳)
جنگ میں داخل ہونا فوزِ عظیم ہے۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا فوزِ عظیم ہے،
برائیوں سے بچنا فوزِ عظیم ہے۔ اور جنت کی نعمتوں کا پالینا فوزِ کبیر ہے۔

اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی فوزِ عظیم ہے۔ (۷۱:۳۳)
وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَّقِ اللَّهَ فَإِنَّكَ
هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿۵۲﴾

”اور جو حکم مانے اللہ اور اس کے رسول کا اور اللہ سے ڈرے اور
پرہیزگاری کرے تو یہی لوگ کامیاب ہیں (فَأُولَئِكَ هُمُ

الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ (۵۲:۲۳)

صحابہ کا گروہ بلند مرتبے پر فائز ہے اور ان کے لئے اجر عظیم ہے:
 الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۖ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۗ
 وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ
 مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ ﴿٥٣﴾
 خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٥٤﴾

”وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی
 راہ میں لڑے۔ اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے۔ اور وہی مراد کو
 پہنچے۔ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی
 اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے، ہمیشہ ہمیشہ ان
 میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔ (ان)

اللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٥٤﴾“ (۲۲، ۲۱:۹)



دیگر محاسن (اسلامی اسلوب حیات)

الَّذِي ۱ ذَلِكِ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى
لِّلْمُتَّقِينَ ۲ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ
الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۳ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۴ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ
يُوقِنُونَ ۵ أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵

”الَّذِي“ وہ بلند مرتبہ کتاب کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس میں
ہدایت ہے ڈروالوں کو وہ جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم
رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی سے ہماری راہ میں اٹھائیں
(خرچ کریں)۔ اور وہ کہ ایمان لائیں اس پر جو اے محبوب
تیری طرف اتر اور جو تم سے پہلے اتر اور آخرت پر یقین رکھیں۔
وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو
پہنچنے والے۔“ (۵-۱:۲)

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا
اللَّهَ ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ

وَالْمَسْكِينِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَأَقِيمُوا
 الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا
 مِّنْكُمْ وَأَنْتُمْ مُّعْرِضُونَ ﴿٨٣﴾ وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا
 تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِّنْ
 دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ﴿٨٤﴾

”اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ
 پوجو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں
 اور مسکینوں اور لوگوں سے ایسی بات کہو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ
 دو۔ پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے۔ اور تم روگردان ہو۔
 اور جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ اپنوں کا خون نہ کرنا اور اپنوں کو
 اپنی بستیوں سے نہ نکالنا۔ پھر تم نے اقرار کیا اور تم گواہ ہو۔
 (۸۳:۲-۸۴)

لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
 وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى
 حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ
 السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ
 الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا
 عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ

الْبَاسِ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ ﴿۱۴﴾

”کچھ اصلی نیکی یہ نہیں کہ منہ مشرق یا مغرب کی طرف کرو۔ ہاں اصل نیکی یہ کہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر، اور اللہ کی محبت میں اپنا عزیز مال دے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور رہگیروں اور سائلوں اور گردنیں چھوڑانے میں، اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دے اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں، اور صبر والے مصیبت اور سختی میں اور جہاد کے وقت۔ یہی ہیں جنہوں نے اپنی بات سچی کی اور یہی پرہیزگار ہیں۔“ (۱۴۷:۲)

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ
وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ
وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْخَرْبِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْبَابِ ﴿۱۴﴾ قُلْ
أَوْ نَبِّئُكُمْ بِخَيْرِ مِمَّنْ ذَلِكُمْ ۗ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ
رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَأَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ
بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا أَمْنَا فَأَغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ

وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ﴿١٤﴾
 ”لوگوں کے لئے آراستہ کی گئیں ان خواہشوں کی محبت: عورتیں
 اور بیٹے اور تلے اوپر سونے چاندی کے ڈھیر اور نشان کئے
 ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور کھیتی۔ یہ جیتی دنیا کی پونجی ہے اور
 اللہ ہے جس کے پاس اچھا ٹھکانا۔ تم فرماؤ: کیا میں تمہیں اس سے
 بہتر چیز بتا دوں؟ پرہیزگاروں کے لئے، ان کے رب کے پاس
 جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے
 اور ستھری بیبیاں اور اللہ کی خوشنودی اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔
 وہ جو کہتے ہیں: اے رب ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے
 گناہ معارف کر اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ صبر
 کرنے والے اور سچے اور ادب والے اور راہِ خدا میں خرچنے
 والے اور پچھلے پہر (بِالْأَسْحَارِ) سے معافی مانگنے والے۔“
 (۱۷:۱۴-۱۵)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا
 مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿١٣٠﴾ وَاتَّقُوا
 النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ
 وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ
 مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ
 أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ
 وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظَيْبِ وَالْغِطِّ وَالْعَافِينَ عَنِ

النَّاسِ ۝ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ إِذَا
 فَعَلُوا فَا حِشَّةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ
 فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۖ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا
 اللَّهُ ۗ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝
 أُولَٰئِكَ جَزَاءُ هُمْ مَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي
 مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۖ وَنِعْمَ أَجْرُ
 الْعَابِلِينَ ۝

”اے ایمان والو، خود دو نادون دگنا نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو اس
 امر پر کہ تمہیں فلاح ملے۔ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے
 لئے تیار کر رکھی ہے۔ اور اللہ اور رسول کے فرمانبردار رہو اس امید
 پر کہ تم رحم کئے جاؤ۔ اور دوڑو اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی
 طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں، پرہیز
 گاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔ وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے
 ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے درگزر
 کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ اور وہ کہ جب
 کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ اللہ کو یاد کر کے اپنے
 گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوائے اللہ کے۔ اور
 اپنے کئے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی
 بخشش اور جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں رواں ہمیشہ ان میں رہیں

اور کامیوں (نیک لوگوں) کو کیا اچھا نیک (انعام، حصہ) ہے۔“

(۱۳۰:۳-۱۳۶)

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ
وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿١٣٠﴾ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ
اللَّهَ قِيَمًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۗ
سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿١٣١﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ مَن تَدْخِلُ
النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۗ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِن أَنْصَارٍ ﴿١٣٢﴾
رَبَّنَا إِنَّا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا
بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا ۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا
سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ﴿١٣٣﴾ رَبَّنَا وَآتِنَا مَا
وَعَدْتَنَا عَلَىٰ رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۗ إِنَّكَ
لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿١٣٤﴾

”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی
باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لئے۔ اللہ کی یاد
کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لئے اور آسمانوں اور
زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اے رب ہمارے تو نے
یہ بیکار نہ بنایا، پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا
لے۔ اے رب ہمارے! بے شک جسے تو دوزخ میں لے
جائے، اسے ضرور تو نے رسوائی دی، اور ظالموں کا کوئی مددگار

نہیں۔ اے رب ہمارے! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ ایمان کے لئے ندا فرماتا ہے کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ اے رب ہمارے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری برائیوں کو محو فرما دے اور ہماری موت اچھوں کے ساتھ (مَعَ الْأَبْرَارِ) کر۔ اے رب ہمارے اور ہمیں دے وہ جس کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلاف نہیں کرتا۔“

(۱۹۴-۱۹۰:۳)

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۲﴾ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۗ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿۵۳﴾

”تم فرماؤ: آؤ! میں تمہیں پڑھ کر سناؤں جو تم پر تمہارے رب

نے حرام کیا: یہ کہ

اس کا کوئی شریک نہ کرو،

اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو،

اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے باعث ہم تمہیں اور انہیں رزق
دیں گے۔

اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھٹی،
اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی، اُسے ناحق نہ مارو۔
اور یہ کہ

تمہیں حکم فرمایا ہے، کہ تمہیں عقل ہو۔

اور یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے جب
تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری
کرو، ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اُس کے مقدور بھر، اور جب
بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا
عہد پورا کرو، یہ تمہیں تاکید فرمائی کہ تمہیں تم نصیحت مانو۔

اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ (صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا) تو اس پر
چلو، اور اور راہیں نہ چلو کہ تمہیں اُس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔ یہ
تمہیں حکم فرمایا کہ تمہیں پرہیزگاری ملے۔“ (۶: ۱۵۱: ۱۵۳)

التَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحَمِيدُونَ الشَّاكِرُونَ الرَّاكِعُونَ
السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ
الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾
”توبہ والے

عبادت والے، سزا ہننے والے (الْحَمِيدُونَ)

روزے والے (الشَّاكِرُونَ: سیر کرنے والے، گردش میں

رہنے والے)

رکوع والے

سجدہ والے

بھلائی کے بتانے والے (الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ)

اور برائی سے روکنے والے

اور اللہ کی حد میں نگاہ رکھنے والے

اور دوستی سناؤ مسلمانوں کو۔“ (۱۱۲:۹)

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْعَيْثَ ۗ

وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيَخْشَوْنَ

رَبَّهُمْ وَيَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ ۗ وَالَّذِينَ صَبَرُوا

ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنفَقُوا مِمَّا

رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ

أُولَٰئِكَ لَهُمْ عِزِّي الدَّارِ ۗ

”وہ جو اللہ کا عہدہ پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے ہیں۔

اور وہ جو کہ جوڑتے ہیں اسے جسے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور

اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے اندیشہ رکھتے

ہیں۔ اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز

قائم رکھی اور ہمارے دئیے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر خرچ

کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں، انہیں کے

لئے پچھلے گھر کا نفع ہے (أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾)

(۲۲:۱۳-۲۲)

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ، يَعِظُكُمْ
لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ
وَلَا تَنْقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ
اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۗ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۹۱﴾

”بے شک اللہ حکم فرماتا ہے۔ انصاف اور نیکی اور رشتہ داروں
کے دینے کا اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات اور سرکشی
سے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان رکھو۔ اور اللہ کا عہد پورا
کر و جب قول باندھو اور قسمیں مضبوط کر کے نہ توڑو اور تم اللہ کو اپنے
اوپر ضمان کر چکے ہو۔ بے شک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔“

(۹۱:۹۰:۱۶)

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ
إِحْسَانًا ۗ إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ
كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا
قَوْلًا كَرِيمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ
الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْنِي صَغِيرًا ﴿۲۴﴾
رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ ۗ إِنَّ تَكُونُوا صَالِحِينَ
فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غُفُورًا ﴿۲۵﴾ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ

وَالْمُسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝٣٦ إِنَّ
 الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ ۖ وَكَانَ
 الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۝٣٧ وَإِنَّمَا تَعْرِضُ عَنْهُمْ
 ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا
 مَّيْسُورًا ۝٣٨ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا
 تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝٣٩ إِنَّ
 رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۖ إِنَّهُ كَانَ
 بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝٤٠ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ
 خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۖ إِنَّ قَتْلَهُمْ
 كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۝٤١ وَلَا تَقْرَبُوا الزَّوْجَىٰ إِنَّهُ كَانَ
 فَاحِشَةً ۖ وَسَاءَ سَبِيلًا ۝٤٢ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي
 حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۖ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا
 لَوْلِيَّهِ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفُ فِي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ
 مَنصُورًا ۝٤٣ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ
 أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ
 الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝٤٤ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمُ
 وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۖ ذٰلِكَ خَيْرٌ
 وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝٤٥ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۖ
 إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ
 مَسْئُولًا ۝٤٦ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَن

تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طَوْلًا ﴿٣٤﴾ كُلُّ ذَلِكَ
 كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٥﴾ ذَلِكَ هِيَ آوْحَى
 إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ
 فَتُلْقَى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ﴿٣٦﴾

”اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ

اُس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو،
 اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں
 اور ان سے ہوں (اُفِّ) نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم
 کی بات کہنا۔ اور ان سے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض
 کر کہ اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں
 نے مجھے بچپن میں پالا۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں
 میں ہے۔ اگر تم لائق ہوئے تو بے شک وہ توبہ کرنے والوں کو
 بخشے والا ہے۔ اور رشتہ داروں کو ان کا حق دے اور مسکین اور
 مسافر کو اور فضول نہ اڑا۔ بے شک اڑانے والے شیطانوں کے
 بھائی ہیں۔ شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے اور اگر تو ان سے
 منہ پھیرے اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید
 ہے تو ان سے آسان بات کہہ۔ اور اپنا ہاتھ گردن سے باندھا ہوا نہ
 رکھ اور نہ پورا کھول دے کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا، تھکا ہوا
 بے شک تمہارا رب جسے چاہے رزق کشادہ دیتا اور تنگی دیتا ہے،
 بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا، دیکھتا ہے۔ اور اپنی اولاد

کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے۔ ہم انہیں بھی روزی دیں گے اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل بڑی خطا ہے۔ اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ، بے شک وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت بری راہ۔ اور کوئی جان جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے۔ ناحق نہ مارو اور جو ناحق مارا جائے تو بے شک ہم نے اُس کے وارث کو قابو دیا ہے تو وہ قتل میں حد سے نہ بڑھے۔ ضرور اُس کی مدد ہونی ہے۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اُس راہ سے جو سب سے بھلی ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے اور عہد پورا کرو۔ بے شک عہد سے متعلق سوال ہونا ہے۔ اور ماپو تو پورا ماپو اور برابر ترازو سے تولو، یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا۔ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں۔ بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔ اور زمین میں اترا تانا چل، بے شک تو ہرگز زمین نہ چیر ڈالے گا اور ہرگز بلندی میں پہاڑوں کو نہ پہنچے گا۔ یہ جو کچھ گذرا، ان میں کئی بری بات تیری رب کو ناپسند ہے۔ یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی۔ حکمت کی باتیں۔ اور اے سننے والے، اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا کہ تو جہنم میں پھینکا جائے گا۔ طعنے پاتا، دھکے کھاتا۔ (۱۷: ۲۳-۳۹)

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ
خَشِعُونَ ۲ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۳

وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ﴿٥﴾ وَالَّذِينَ هُمْ
لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٦﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا
مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٦﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ
وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ هُمْ
لِأَمْنَتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ
صَلْوَتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ ﴿١٠﴾
الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

”بے شک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑ گڑاتے
ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اور وہ
جو زکوٰۃ دینے کا کام کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی
حفاظت کرتے ہیں۔ مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان
کے ہاتھ کی بلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جو ان دو کے
سوا کچھ اور چاہے، وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی
امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں۔ اور وہ جو اپنی
نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس
کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ (۱۱:۲۳-۱۱)

وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ
يَبْتَغُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٣٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۗ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ

غَرَامًا ۶۵ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۶۶ وَالَّذِينَ
 إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ
 قَوَامًا ۶۷ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا
 يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا
 يَزْنُونَ ۶۸ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۶۹ يُضْعَفُ لَهُ
 الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۷۰ إِلَّا مَنْ
 تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ
 سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۷۱ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۷۲ وَمَنْ
 تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۷۳
 وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ ۷۴ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا
 كِرَامًا ۷۵ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يُخْرِجُوا
 عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ۷۶ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ
 لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا
 لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۷۷ أُولَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا
 صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۷۸ خُلِدِينَ فِيهَا ۷۹
 حَسَنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۸۰

”اور رحمان کے وہ بندے جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب
 جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ بس سلام۔ اور وہ جو
 رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے اور قیام میں۔ اور وہ
 وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم

کا عذاب، بے شک اُس کا عذاب گلے کا طوق ہے۔ بے شک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں، نہ حد سے بڑھیں اور نہ تنگی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی، ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے، اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔ بڑھایا جائے گا اُس پر عذاب قیامت کے دن اور ہمیشہ اُس میں ذات سے رہے گا۔ مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو توبہ کرے اور اچھا کام کرے تو وہ اللہ کی طرف رجوع لایا جیسی چاہیے تھی اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ پر گذرتے ہیں اپنی عزت سنبھالے گذر جاتے ہیں (مَرْوُۃٌ کَرِیْمًا) اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور وہ جو عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ ملے گا بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مَجْرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ۔“

(۷۶:۶۳:۲۵)

وَإِذْ قَالَ لُقْمَنُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ
بِاللَّهِ ۚ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿١٣﴾

”اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اور وہ نصیحت کرتا
تھا اے میرے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بے شک شرک
بڑا ظلم ہے۔“ (۱۳:۳۱)

يٰۤاِبْنٰى اِنَّهَا اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي
صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يٰۤاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۗ اِنَّ
اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿١٦﴾ يٰۤاِبْنٰى اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ
بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَصْبِرْ عَلٰى مَا
اَصَابَكَ ۗ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٤﴾ وَلَا تُصَعِّرْ
خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۗ اِنَّ اللّٰهَ
لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿١٨﴾ وَاَقْصِدْ فِي مَشِيْكَ
وَاعْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۗ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَابِ لَصَوْتُ
الْحَبِيْرِ ﴿١٩﴾

”اے میرے بیٹے! برائی اگر رائی کے دانہ برابر ہو، پھر وہ پتھر کی
چٹان میں یا آسمانوں یا زمین میں کہیں ہو، اللہ اسے لے آئے گا،
بے شک اللہ ہر باریکی کا جاننے والا خبردار ہے۔ اے میرے
بیٹے! نماز برپا رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع
کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے، اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے
کام ہیں اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسار کج نہ کر اور زمین میں

اترا تانا چل، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترا تانا فخر کرتا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز کچھ پست کر، بے شک سب آوازوں میں بڑی آواز گدھے کی آواز ہے۔“ (۱۶:۳۱-۱۹)

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْقَنَاتِ وَالْقَنَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَشِيعِينَ وَالْخَشِيعَاتِ
وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّابِغِينَ
وَالصَّابِغَاتِ وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَفِظَاتِ
وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَثِيرًا وَالذَّكِرَاتِ ۖ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ
مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۳۵﴾

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں

اور ایمان والے اور ایمان والیاں

اور فرمانبردار اور فرمانبرداریاں

اور سچے اور سچیاں

اور صبر والے اور صبر والیاں

اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں

اور خیرات کرنے والے اور خیرات کرنے والیاں

اور روزے والے اور روزے والیاں

اور اپنی پارسائی نگاہ رکھنے والے (وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ)

اور نگاہ رکھنے والیاں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے
(والذَّاكِرِينَ اللّٰهَ كَثِيْرًا) اور یاد کرنے والیاں
ان سب کے لئے اللہ نے بخشش اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔“

(۳۵:۳۳)

فَمَا أُوتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا
عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقَىٰ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ
يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبِيْرَ الْاِثْمِ
وَالْفَوَاحِشِ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾
وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَاَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ ۖ وَهٰذَا رِزْقُهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾
وَجَزَآءٌ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۗ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ
فَاَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَلَمَنْ
اٰتٰتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾
اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ
فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾
وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَيَنْعَزِمُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۳﴾

”تمہیں جو کچھ ملا ہے، وہ جتنی دنیا (الحیوۃ الدنیاء) میں
برتنے کا ہے اور وہ جو اللہ کے پاس ہے، بہتر ہے اور زیادہ باقی

رہنے والا ان کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اور وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصہ آئے، معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دئیے سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے، بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے۔ تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے، بے شک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا، ان پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں مواخذہ تو انہی پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر ناحق سرکشی پھیلاتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔“ (۲۲: ۳۶-۳۳)

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝١٩ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝٢٠ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝٢١ إِلَّا الْبُصَلِينَ ۝٢٢
الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝٢٣ وَالَّذِينَ فِي
أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝٢٤ لِلسَّائِلِ وَالْبَحْرُومِ ۝٢٥
وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۝٢٦ وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ
عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ ۝٢٧ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ
مَأْمُونٍ ۝٢٨ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَفِظُونَ ۝٢٩ إِلَّا

عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ
 مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
 الْعُدُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ
 رِعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾
 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي
 جَنَّةٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾

”بے شک آدمی بنایا گیا ہے بے صبر، حریص: جب اُسے برائی
 پہنچے تو سخت گھبرانے والا اور جب اُسے بھلائی پہنچے تو روک رکھنے
 والا مگر نمازی جو اپنی نماز کے پابند ہیں اور وہ جن کے مال
 میں ایک معلوم حق ہے اُس کے لئے جو مانگے اور جو مانگ بھی
 نہ سکے تو محروم رہے اور وہ جو انصاف کا دن سچ جانتے ہیں اور وہ
 جو اپنے رب کے عذاب سے ڈر رہے ہیں بے شک اُن کے
 رب کا عذاب نڈر ہونے کی چیز نہیں اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی
 حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال کینزوں
 سے کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو اُن دو کے سوا اور چاہے، وہی حد
 سے بڑھنے والے ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی
 حفاظت کرتے ہیں اور وہ جو اپنی گواہیوں پر قائم ہیں اور وہ جو
 اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ ہیں جن کا باغوں میں (فی)
 جَنَّةٍ (اعزاز ہوگا۔)“ (۴۰: ۱۹-۳۵)

(۲) منقہ (سکھبی) صفات

قرآن مجید و فرقان حمید کی رو سے سبلی یا منفی صفات اس لحاظ سے ایک بندہ مومن کی نظر میں رہنی چاہئیں کہ اس کے لئے احتیاط (تقویٰ) سے زندگی گزارنا آسان ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بات اپنی جگہ قابل لحاظ ہے کہ ایک مسلمان خواہ کتنی ہی محنت سے مثبت صفات کا خیال رکھے مگر وہ منفی صفات کے عملی اثرات سے بے خبر رہے یا انہیں سراسر نظر انداز کر دے تو اس کے کردار کی صحیح تشکیل و تعمیر کبھی نہ ہو سکے گی اور وہ خاطر خواہ کامیابی (فوزِ عظیم) سے کبھی ہمکنار نہ ہو سکے گا۔

البتہ ایک بات ضرور پیش نظر رہے کہ خواہ علماء ہوں یا تزکیہ پسند سالکین۔ سوائے وعظ و نصیحت کے مواقع کے ان سبلی صفات کا ہر وقت تذکرہ نہ کرتے رہیں کہ گویا اس کے علاوہ ان کے پاس بات کرنے کے لئے کوئی اور موضوع ہی نہیں ہے۔ اگر ایسا طریقہ بنا لیا گیا تو سنانے اور سننے والوں دونوں کا کوئی خاص بھلا نہ ہوگا۔

خدا رسیدہ خاتون رابعہ بصریؓ کے پاس ایک شخص آیا اور وہ دنیا اور اس کی برائیوں کی باتیں کرنے لگا۔ آخر میں اس بزرگ خاتون نے کہا۔ ”تمہیں شاید دنیا سے بہت محبت ہے؟“

وہ بولا: ”نہیں تو میں اس کی مخالفت میں باتیں کر رہا ہوں۔“

فرمایا: ”یہی تو میں کہہ رہی ہوں۔ تم بار بار اس کی باتوں کا یوں ذکر کر رہے ہو،

گویا تمہیں دنیا اور اس کی باتیں بہت پسند ہیں۔“

تمام ناصحین و واعظین کو اس نفسیاتی نکتے پر ضرور سوچنا چاہیے کہ ان عادات و صفات سے بچنے کی تلقین ضرور کریں مگر موقع محل کے مطابق کہ لوگ ان پسند و نصح کو سنیں اور اپنے آپ کو عمل پر آمادہ پائیں۔

قرآن مجید نے جن بڑی صفات سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ان کا مختصراً بیان حاضر ہے، پڑھنے والے اگر تفصیل میں جانا چاہیں تو صوفیا کی کتب کی طرف رجوع فرمائیں، نیز موجودہ دور کی نفسیاتی تحقیق بھی بہت کچھ اس معاملے میں معاون ہو سکتی ہے۔ جب تقویٰ کی اہمیت کا احساس ہو جائے تو پھر دینی و دنیاوی اور اخلاقی و روحانی زندگی کی کامیابی کے لئے برے اعمال اور ان کے تباہ کن اثرات سے بچنا بندہ مومن کا اولین فرض ہے۔



کُفْر: الْكَافِرِينَ

ایمان کے مقابلے میں کفر ہے چنانچہ جہاں ایمان ہے، وہاں کفر نہیں اور جہاں کفر ہے، وہاں ایمان نہیں۔

کفر کے معنی ہیں کسی شے کو ڈھانکنا یا چھپا دینا، ناشکر گزار ہونا اور شکر ادا نہ کرنا۔ ان لغوی معنوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے قرآنی اصطلاح میں کفر کے معنی ہیں ایمان سے انکار اور اس کی مخالفت اور اللہ کی نعمتوں کی لغوی معنوں میں ناشکر گزاری۔

شرعی رو سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان کردہ عقیدہ توحید سے انکار اور آپ کے مرتبہ نبوت و رسالت سے انکار کفر ہے۔ اس کفر یا انکار سے آدمی مسلمان نہیں رہتا۔ البتہ کچھ جزوی باتوں کے انکار سے ایسا کفر لازم نہیں آتا۔ یوں دیکھا جائے تو کفر کے معنی میں وسعت ہے۔

جب عرب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا اور قرآن نازل ہونے لگا تو اس کے اولین مخاطبین عرب کے ہی لوگ تھے۔ ان میں سے جنہوں نے انکار (کفر) کیا، ان کے رویے کیسے ہی کیوں نہ تھے، وہ کافر ہی کہلائے۔ ان کے رویوں کے مطابق قرآن میں ان کا ذکر جا بجا موجود ہے۔ اب بھی جہاں کفار موجود ہیں، ان کے رویے بھی انہی کی طرح مختلف ہیں مگر ان کے بارے میں قرآن کا فیصلہ اور رائے وہی ہے۔

وہ لوگ جو پیغمبر کی تعلیم کو نہیں مانتے وہ شر پسند ہوتے ہیں اور خیر کے مقابلے میں شر میں حمایت ڈھونڈتے ہیں۔

”اور کافروں کے حمایتی شیطان ہیں (أُولَئِئِهِمُ الطَّاغُوتُ)“ (۲۵۷:۲)

”ایمان والے لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور کفار شیطان کی راہ میں (فِي

سَبِيلِ الطَّاغُوتِ) لڑتے ہیں۔“ (۷۶:۴)

کافروہ ہیں جو اللہ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔ نبیوں کی تعلیم کو سحر اور فریب کہتے ہیں۔ ان پر طعن کرتے ہیں۔ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ نبیوں کی باتیں سننے سے دوسروں کو منع کرتے ہیں اور سننے اور ماننے والوں کو ستاتے ہیں۔ کفر میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں اور ظلم کرتے ہیں۔

ان کے لئے عذاب شدید اور عذاب الیم ہے اور ان کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ وہ بالآخر شکست سے دو چار ہوں گے اور ان کے لئے خسارہ ہی خسارہ ہے۔

وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿۳۷﴾

”اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (۳۷:۳)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصَلِّيهِمْ نَارًا ۗ

”جنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا، عنقریب ہم ان کو آگ

میں داخل کریں گے۔“ (۵۶:۴)



انکار: مُنْكَرِيْنَ

کافروں کو قرآن مجید میں مُنْكَرُونَ (انکار کرنے والے) بھی کہا گیا۔ فرمایا:

وَهَذَا ذِكْرٌ مُّبْرَكٌ أَنْزَلْنَاهُ ۗ وَأَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٠﴾

”اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اتارا، تو کیا تم اس کے منکر

ہو۔ (أَنْتُمْ لَهُ مُنْكَرُونَ ﴿٥٠﴾) (۵۰:۲۱)

إِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ، فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

قُلُوبُهُمْ مُّنْكَرَةٌ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٢٢﴾

”تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے،

ان کے دل منکر ہیں (قُلُوبُهُمْ مُّنْكَرَةٌ) اور وہ مغرور ہیں۔“

(۲۲:۱۶)



شُرک: الْمُشْرِكِينَ

شُرکت یہ ہوتی ہے کہ ایک کسی شے یا وصف میں کسی دوسرے یا اس سے زائد کئی دوسروں کے ساتھ شریک ہو۔ ایمان کی رو سے کھلم کھلا شرک یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مانا جائے۔ یہی شرک ہے جسے قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔

اب اللہ کے ساتھ شرک کرنے کی تین واضح صورتیں ہیں:

۱۔ عبادت میں شرک

۲۔ صفات میں شرک

۳۔ اطاعت میں شرک

عبادت صرف اللہ کے لئے ہے۔ صفات میں کسی اور کو اللہ کے برابر سمجھنا ایمان کے منافی ہے۔ اور کسی دوسرے کی اس طرح اطاعت کرنا جیسے اللہ کے احکام میں ملحوظ رکھی جاتی ہے، شرک ہے۔

اسلام کے آنے کے بعد عام طور پر دوسرے ادیان میں بھی ان کے سوچنے سمجھنے والے پیروں میں اس طرح کا واضح شرک تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

قرآن کے اولین مخاطبین مذکورہ تینوں اقسام کے شرک کے مرتکب ہوتے تھے۔ مسلمان ہوئے تو انہوں نے سب دنیا میں منادی کر دی کہ اسلام میں توحید کی یہ اعلیٰ تعلیم ہے۔ لہذا دوسرے مذاہب کے پیرو بھی اپنی اصل تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے تاویلات کا سہارا لے کر ہی، دنیا کو بتانے کی کوشش کہ وہ بھی مؤحد ہیں۔

اسلام نے تو خواہشاتِ نفس کو بھی شرک قرار دیا ہے۔ لوگ جب اللہ کے احکام کو

نہیں مانتے اور خواہشات کے غلام ہو جاتے ہیں تو پھر انھی کو گویا معبود بنا لیتے ہیں:
”کیا تم نے اُسے دیکھا جس نے اپنی جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا۔“

(۲۲:۲۵)

یہ بات قرآنی تعلیم کی روشنی میں ہی واضح ہوئی کہ شرک اس لئے ظلم عظیم ہے کہ یہ انسانی شرف کے خلاف ہے: ”تو جھکا جب غیر کے آگے تو من تیرا نہ تن“۔ جن اقوام نے اس شرف کی رعایت نہ کی، تاریخ شاہد ہے کہ وہ ذلیل ہو گئیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۗ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۖ ﴿۲۶﴾

”تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو، کیسا انجام ہوا اگلوں کا، ان میں بہت مشرک تھے۔“ (۲۲:۳۰)

اسی لئے لقمان جب اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں تو فرماتے ہیں:
لَا بِنِهْ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنِي لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّ الشِّرْكَ
لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴿۱۳﴾

”اے میرے بیٹے، اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا، بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔“ (۱۳:۳۱)

مشرک بندہ کہیں کا نہیں رہتا:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ
الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ فِي مَكَانٍ سَمِيٍّ ﴿۲۱﴾

”اور جو اللہ کا شریک کرے، وہ گویا گرا آسمان سے کہ پرندے

اُسے اچک لے جاتے ہیں یا ہوا اُسے کسی دور جگہ پھینکتی ہے۔“ (۲۱:۲۲)

نفاق و منافقت: الْمُنَافِقِينَ

نفاق کے کئی معنوں میں سے دو ایہ ہیں:

۱۔ سوراخ، گھات لگانے کی جگہ

۲۔ مُنَافِقَةٌ کے معنی ہیں سوراخ میں چلے جانا۔ اسی سے لفظ منافق بنا

کہ وہ کسی پناہ گاہ میں چھپا رہتا ہے اور وہاں سے نکل کر وار کرتا ہے یا کہیں گھات لگا کر بیٹھا انتظار کرتا ہے کہ وہ موقع ملنے پر حملہ کر دے۔

دینی اصطلاح میں منافق وہ لوگ تھے جو بظاہر مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے مگر اندر سے کافر تھے اور عین موقع پر دھوکا دے کر کافروں کی حمایت پر مستعد ہو جاتے تھے۔

ظاہر ہے کہ دراصل یہ کافر ہی تھے مگر دوسرے کافروں اور مشرکوں سے زیادہ خطرناک تھے کیونکہ مسلمانوں میں ملے جلے رہ کر دشمنی پر آمادہ رہتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں کو مدینہ میں ایسے لوگوں سے پالا پڑا جہاں انکا بڑا رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی تھا۔ ابن ابی اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کو کئی بار دھوکا دیا۔ جنگ احد میں یہ لوگ مسلمانوں کے لشکر سے الگ ہو کر واپس مدینہ چلے آئے۔ منافقین کے ایک دو گروہ ایسے بھی ہوئے جو علی الاعلان کافروں سے جا ملے اور کچھ ایسے تھے کہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔

یہ لوگ نماز میں سست ہوتے تھے اور جنگ میں بھی شامل نہ ہونے کے لیے کہیں نہ کہیں پیچھے رہ جاتے تھے۔

ان میں ایک گروہ سازشیوں کا تھا جو مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنا تارہتا تھا۔ ایک موقع پر حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے میں بھی یہ لوگ آگے آگے تھے۔ مشرکوں سے تعاون کرتے تھے اور رسول اللہؐ کی شہرت کو بھی نعوذ باللہ داغ دار کرنے میں لگے رہتے تھے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں جن لوگوں کو غدار کہا جاتا ہے، وہ دراصل منافق ہی تھے جنہوں نے دشمنوں سے مل کر قوم کو دھوکا دیا۔

معاشرے میں وہ سب لوگ منافق کہلاتے ہیں جنہیں اردو محاورے میں آستین کے سانپ کہا جاتا ہے۔

وہ بھی منافق ہیں جو دوستی کا بہانہ کر کے کسی کا خانہ خراب کرتے ہیں۔

ہماری اجتماعی زندگی میں وہ سارے دانشور، سیاستدان اور مصلحین منافقوں کے زمرے میں شامل کیے جائیں گے جو قومی مفادات کو پس پشت ڈال کر غیروں اور بدخواہوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی زندگی میں منافقوں کے شر سے محفوظ رکھے اور خود ہمیں باطن میں پوشیدہ منافقت سے بچائے! آمین۔



جَہْلُ: الْجَاهِلِيْنَ

جَہْلُ جب علم کے مقابلے میں ہو تو اس سے مراد بے علمی ہے، خواہ وہ کسی قسم کی ہو، عام لاعلمی، حالات سے ناواقفیت، یا حق کے خلاف عمل مثلاً نافرمانی وغیرہ۔ کیونکہ نافرمانی کو بھی جہالت کہا گیا ہے۔

جَاهِلِيَّةٌ قبل از اسلام کے دور کو کہتے ہیں جب کہ لوگ عام طور پر مشرک تھے۔ جن مفکرین نے اس دور کی خصوصیات پر غور کیا ہے انہوں نے عام طور پر اس سے عرب قبائل کا وہ چال چلن مراد لیا ہے جو قبائلی عصبیت، جذباتی ذہنیت، فخر و مباہات نیز ہر حال میں اپنوں کی حمایت اور ساتھ ہی خونریزی کے جواز پر مبنی تھا۔

اسلام نے ان تمام خصائص کو جاہلیت کہا اور ان کو رد کر کے عقیدہ توحید کی روشنی میں انسانوں کو اعلیٰ اخلاقی اقدار سے روشناس کرایا۔

قوم عاد کے پیغمبر نے جب انہیں حق کی طرف بلایا تو وہ بولے: ”کیا تم اس لئے آئے ہو کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے پھیر دو، تو ہم پر لاؤ جس کا ہمیں وعدہ دیتے ہو اگر تم سچے ہو!“

اس نے فرمایا:

إِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَأُبَلِّغُكُمْ مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ

وَلَكِنِّي أَرْسَلْتُكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾

”اس کی خبر تو اللہ ہی کے پاس ہے، میں تو تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچاتا ہوں۔ ہاں دانست میں تم بڑے جاہل لوگ ہو۔“

(۲۶:۲۲-۲۳)

جاہلیت کا چلن قبائلی تھا اور اسلام کا تمدن بین الاقوامی:

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۗ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ
حُكْمًا لِّلْقَوْمِ يُوقِنُونَ ﴿۵۰﴾

”تو کیا جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور اللہ سے بہتر کس کا حکم ہے

یقین والوں کے لئے۔“ (۵۰:۵)

ظاہر ہے کہ اللہ کا حکم سب اقوام عالم کے لئے ہے۔



جرم: عَجْرِ مِیْن

جرم کو گناہ (ذنب) کی ہی ایک صورت کہا گیا ہے۔ لغوی معنی کٹ جانا (قطع) ہے۔ یعنی جن کاموں کے نتیجے میں اللہ سے تعلق کٹ جائے تو وہ جرم ہیں۔ گویا وہ اللہ کی نافرمانی میں شمار ہوں گے۔

پروفیسر از تسکو کے قرآنی مطالعہ کی رو سے تکذیب، استکبار، نفاق اور افتراء الکذب سب جرم ہیں۔

”پھر اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں پر سے نہیں ٹالا جاتا۔“ (۱۲۶:۶)

إِنَّ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ
لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ
الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ ۗ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِينَ ﴿۳۰﴾
لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۗ
وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۳۱﴾

”وہ جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان کے مقابل تکبر کیا، ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے جب تک سوئی کے ناکے میں

اونٹ داخل نہ ہو اور مجرموں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ انہیں
آگ ہی بچھونا اور آگ ہی اوڑھنا اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدلہ
دیتے ہیں۔“ (۴۱:۴۰:۷)

لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۗ إِنَّ نَعْفَ
عَنْ ظَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ ظَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا
مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

”یہاں نہ بناؤ، تم کافر ہو چکے مسلمان ہو کر، اگر ہم تم میں سے کسی کو
معاف کریں تو اوروں کو عذاب دیں گے، اس لئے کہ وہ مجرم
تھے۔“ (۶۶:۹)



کبر: مُتَكَبِّرِينَ، مُسْتَكْبِرِينَ

فخر کرنا اور اپنے تئیں دوسروں سے بڑا سمجھنا اور بڑائی کرنا کبر اور استکبار ہے۔ ابلیس نے اللہ کے حکم پر آدم کے سامنے سجدہ کرنے سے انکار کیا اور اپنی فوقیت جتلائی تو اس نے کفر کیا۔ (آبی وَاسْتَكْبَرَ ۙ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ) (۴۳)

(۳۴:۲)

پیغمبروں کی تعلیم سے انکار بھی ہوائے نفس کا نتیجہ ہے اور ہوائے نفس کا سبب تکبر ہے۔ یہودیوں سے اللہ فرماتا ہے:

اَفَكَلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ
اَسْتَكْبَرْتُمْ ۗ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ ۖ وَفَرِيقًا تَقْتُلُوْنَ ۙ ﴿۸۷﴾
”تو کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول (وہ حکم) لے کر آئے جو
تمہارے نفس کی خواہش نہیں تو تکبر کرتے ہو (اَسْتَكْبَرْتُمْ)،
تو ان انبیاء میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید
کرتے ہو۔“ (۸۷:۲)

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۗ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ
قُلُوْبُهُمْ مُّنْكَرَةٌ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۙ ﴿۲۱﴾

”تمہارا معبود ایک معبود ہے تو وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے،

ان کے دل متکبر ہیں اور وہ مغرور ہیں۔ (وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ)

(۲۲:۱۶)

متکبرین جہنم میں جائیں گے:

قِيلَ ادْخُلُوا ابْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا، فَبُئِسَ
مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۴۲﴾

”فرمایا جائے گا: جاؤ، جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ

رہتے، تو کیا ہی برا ٹھکانہ متکبروں کا۔“ (۴۲:۳۹)

انسانی معاشرے کے اندر تکبر فساد اور تباہی لاتا ہے کیونکہ متکبر عام انسانوں

سے نفرت و حقارت سے پیش آتا ہے اور اپنے تئیں عقل کل سمجھتا ہے۔

تکبر کی ایک وجہ مالی خوشحالی اور دنیاوی آسودگی بھی ہے جسے ”ترف“ کہا

گیا ہے اور ان دولت مندوں کو مُتَرَفِّين کہا گیا ہے ایسے لوگ خوشحالی کو نہیں

چھوڑتے اور ظالم اور مجرم بن جاتے ہیں:

وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا
هُجْرِمِينَ ﴿۱۱۶﴾

”اور ظالم اسی عیش کے پیچھے بڑے رہے جو انہیں دیا گیا (مَا

أُتْرِفُوا فِيهِ) اور وہ گنہگار تھے۔ (وَكَانُوا هُجْرِمِينَ)“ (۱۱۶:۱۱)

متکبرین اور مترفین پیغمبروں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنے والوں سے

اِسْتِهْزَا (ٹھٹھا اور مذاق) کرتے ہیں۔

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۱﴾

”اور ان کے پاس جو غیب بتانے والا (نبی) آیا، اس کی ہنسی ہی بتایا کیے۔“ (۷:۴۳)

يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ، مَا يَأْتِيهِمْ مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴۰﴾

”اور کہا گیا کہ ہائے افسوس ان بندوں پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے، تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔“ (۳۰:۳۶)

استہزاء کرتے رہے حتیٰ کہ ہلاک ہو گئے:

وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْ بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۰﴾

”تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ٹھٹھا مذاق کیا گیا تو وہ جو ان سے ہنستے تھے، ان کی ہنسی انہیں کولے بیٹھی۔“ (۱۰:۶)

تکبر ہی سرکشی پر اکساتا ہے اور پھر وہ ہمیشہ حیران و سرگردان بھٹکتے رہتے ہیں۔ وہ استہزاء کرتے ہیں تو ”اللہ ان سے استہزاء فرماتا ہے (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) اور انہیں ڈھیل دیتا ہے۔ کہ وہ اپنی سرکشی میں (فِي طُغْيَانِهِمْ) بھٹکتے رہیں۔ (۱۵:۲)

کبر کے انداز بھی خواہ وہ فیشن یا سٹائل کے طور پر ہوں، ناپسندیدہ ٹھہرے۔
لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿۱۸﴾

”اور کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ کج نہ کر اور زمین میں

اترا تا نہ چل، بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اترا تا فخر کرتا۔ (ان

اللہ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿١٨﴾“ (۱۸:۳۱)

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ط

”اور وہ تو بہت ہی برے ہیں جو شیخی بگھارتے اور بڑائی مارنے

کے ساتھ ساتھ بخیل بھی ہیں اور دوسروں سے بھی بخل کو کہتے

ہیں۔“ (۲۴:۵۷)



فَسِقٌ فَاسِقِينَ

شریعت کے اصول و قوانین کے توڑنے کو فسق کہا جاتا ہے اس لئے جو بہت زیادہ خروج عن الشریعت کرے تو اُسے فاسق کہا جاتا ہے۔ شرعی قوانین فطرت کے عین مطابق ہیں۔ چنانچہ فطرت اور شریعت کے عہد کو توڑنے والے فاسق ہیں۔

وَمَا وَجَدْنَا إِلَّا كَثْرَهُمْ مِّنْ عَهْدٍ وَإِنَّا وَجَدْنَا
أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿۱۰۲﴾

”اور ان میں اکثر کو ہم نے قول کا سچا (مِنْ عَهْدٍ) نہ پایا اور ضرور

ان میں اکثر کو بے حکم (لَفَاسِقِينَ) ہی پایا۔“ (۱۰۲:۷)

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ

”(ابلیس) قوم جن میں سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے نکل گیا

(فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ) (۵۰:۱۸)

وَلَقَدْ أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ ۖ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا

الْفَاسِقُونَ ﴿۹۹﴾

”اور بے شک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاریں، اور ان

کے منکر نہ ہوں گے مگر فاسق لوگ“ (۹۹:۲)

جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور انسانی فطرت کو گواہ کیا کہ

اس میں ان کی تصدیق اور ان پر ایمان کو ذمہ دار ٹھہرایا تو فرمایا:

فَمَنْ تَوَلَّى بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿۸۲﴾

”لو، جو کوئی اس کے بعد پھرے، تو وہی لوگ فاسق ہیں۔“ (۸۲:۳)

فسق ایک لحاظ سے کفر اور شرک کے مترادف ہے۔ اسی لئے پروفیسر از تسکو نے کہا ہے کہ عمومی انداز میں ایسے تمام افعال کو جن میں ایمان کے مقابلے میں کفر مضمحل ہے، فسق کہا جاتا ہے۔ (المائدہ ۸۲۰)

قرآن مجید میں فاسق کے ساتھ لفظ فاجر استعمال ہوا ہے۔ از تسکو کہتے ہیں: ”لفظ فاجر کے بارے میں قرآن کریم کی آیت سے اس سے زیادہ پتہ تمہیں چلتا کہ یہ کسی حد تک کافر کے مترادف ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ اس کا بنیادی معنی راستے سے ہٹ جانا ہے اس لئے استعارتی طور پر اس کے معنی ہیں (صحیح) راستے سے ہٹ جانا اور پھر قابل مذمت فعل کا ارتکاب کرنا۔“ ص ۳۱۵۔

قرآن مجید کی اس آیت سے بھی اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے جہاں فاجر لفظ بار (نیوکار) کے بالمقابل استعمال ہوا ہے۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿۱۴﴾

”بے شک نیوکار (الْأَبْرَارَ) ضرور چین میں ہیں اور بے شک

بدکار (الْفُجَّارَ) ضرور دوزخ میں ہیں۔“ (۸۲:۱۳-۱۴)



فساد: مُفْسِدِينَ

کسی بھی معاملے میں، فعل ہو یا خیال، بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو یہ فساد ہے۔ امام راغب کے نزدیک اس کی ضد صلاح ہے۔

پروفیسر ایزٹسو نے کہا ہے کہ ”لفظ فساد بہت جامع لفظ ہے۔ اس لفظ کے غیر مذہبی سیاق کا جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ہر قسم کی برائی کے لئے بولا جاتا ہے۔“ پھر وہ قرآن مجید کی آیات کے حوالوں سے بیان کرتے ہیں کہ ”خاص مذہبی سیاق میں اکثر یہ لفظ کفر کے محدود معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔“

(آیات: یونس: ۴۰، النحل: ۸۸، آل عمران: ۶۳)

اسی طرح قرآن مجید میں ملک میں شر اور تشدد قوم لوط کی بے حیائی، فرعون کے ظلم اور جادو گروں کے جادو کو بھی فساد کہا ہے۔ لَا يُصْلِحْ عَمَلِ الْمُفْسِدِينَ ﴿۸۱﴾ (خدا شریروں کے کام سنوارا نہیں کرتا)

فساد کے نتیجے میں کبھی اصلاح کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ حد سے نکل جانے والوں کو ”ظَاغِيْنَ“ کہا گیا ہے۔ چنانچہ ایسے سرکش لوگ بھی مفسد ہوتے ہیں۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے:

”بے شک جہنم تاک میں ہے۔ سرکشوں کا ٹھکانا۔“ (۶۲: ۷۸)



تَكْذِيبٌ: مُكْذِبِينَ

سچائی کو جھٹلانا تکذیب ہے۔ اور یہ صرف زبان سے ہی نہیں کی جاتی بلکہ عمل سے بھی ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں دین کی تکذیب سے یہی مراد لی گئی ہے کہ جب دین کی عبادات اور اس کے معاملات پر عمل نہیں کرتے یا دوسروں کو روکتے ہیں تو وہ دین کو جھٹلاتے ہیں۔

فرمایا:

”بھلا دیکھو تو جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ (يُكْذِبُ بِالذِّينِ)

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكْذِبُ بِالذِّينِ ۚ فَذِكُ الَّذِي يَدْعُ
الْيَتِيمَ ۚ وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْبِسْكِينِ ۚ
فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ۚ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
سَاهُونَ ۚ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۚ وَيَمْنَعُونَ
الْبَاعُونَ ۚ

”پھر وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔“ (۱۰۷-۱۰۸-۱۰۹)

اللہ تعالیٰ نے سورہ رحمن میں اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے اور پھر بار بار پوچھا ہے:
 ”تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟“ (فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا
 تُكذِّبِينَ ۝)

یہاں بھی مطلب یہی ہے کہ تم ان نعمتوں کو دیکھتے ہو اور ان کو جھٹلاتے ہو یعنی
 اپنے رب کا شکر ادا نہیں کرتے اور راہ راست پر نہیں آتے جب کہ یہ سب برکتیں تمہارے
 لئے اسی رب کی طرف سے ہیں:

”بڑی برکت والا ہے تمہارا رب کا نام جو عظمت اور بزرگی والا ہے۔“ (تَبَارَكَ
 اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝) (۵۵-۷۸)



ظلم: ظَلِيمٍ

لغوی لحاظ سے ظلم کا معنی ہے کسی چیز کا اس مقام سے جو اس کے لئے خاص ہے، ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا۔ اس کی تین صورتیں واضح کی گئی ہیں۔

ظلم اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان، جیسے کفر اور شرک ظلم دوسرے لوگوں پر ظلم اپنے آپ پر جیسے اپنے آپ کو کوئی نقصان پہنچانا۔

پروفیسر از تسکو نے قرآن میں اس کے معنی کا غور سے مطالعہ کیا ہے کیونکہ یہ لفظ قرآن مجید میں بہت استعمال ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں: ”بہت مستند ماہرین لغت کی رائے میں ظلم کے بنیادی معنی ہیں: کسی شے کو غلط جگہ پر رکھنا۔“ اخلاقیات میں اس کا معنی یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ”کوئی کام اس طرح کرنا کہ مقررہ حدود کی خلاف ورزی ہو اور کسی دوسرے شخص کے حق میں دخل اندازی ہو۔ مختصر اور عام الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ظلم بے انصافی کا نام ہے، ان معنوں میں کہ آدمی اپنی حدود سے تجاوز کر جائے اور وہ کام کرے جس کا اسے حق نہیں۔“ ص ۳۱۹

پروفیسر موصوف کی تفسیر کی رو سے حدود اللہ سے تجاوز ظلم ہے۔ کسی شخص کو بلا وجہ تکلیف پہنچانا ظلم ہے۔ کفر اور شرک ظلم ہیں۔ تکذیب بھی ظلم کے دائرے میں شامل ہے۔ ایک لحاظ سے فسق بھی ”ظلم کی ایک متوازی عبارت نظر آتی ہے۔“

”یہ اللہ کی حدیں ہیں (وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ) ان سے آگے نہ بڑھو اور جو

اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“ (۲۲۹:۲)

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ
 جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ وَذَلِكَ
 الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ
 حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا ۖ فِيهَا لَهُ عَذَابٌ
 مُهِينٌ ﴿١٤﴾

”یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا اللہ
 اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ
 ان میں رہیں گے اور یہی ہے بڑی کامیابی، اور جو اللہ اور اس
 کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ
 جائے، اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے
 گا۔ اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔“ (۱۳: ۱۳-۱۴)

مُعْتَدِيٌّ بھی ظالم ہے۔ پروفیسر از تسکو نے کہا ہے کہ ”اعتداء اور ظلم دونوں
 کا معنویاتی علاقہ مشترک ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سی اہم آیات میں لفظ معتدی ظالم کا
 مکمل طور پر مترادف ہے۔“

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا
 تَعْتَدُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿١٩٠﴾

”اور اللہ کی راہ میں لڑو ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ
 بڑھو۔ بے شک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو (إِنَّ
 اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ)“ (۱۹۰: ۲)

پس اعتداء کا معنی ہے اپنی مخصوص حد سے بڑھنا یا آگے گذر جانا۔ یہ عَصَى "باغی ہونا" یا کسی کے احکام کی نافرمانی کے بہت قریب ہے۔

الَّذِينَ يُكذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ۗ وَمَا يُكذِّبُ بِهِ إِلَّا
كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾

"اُس دن (قیامت کے دن) جھٹلانے والوں کی خرابی ہے جو انصاف کے دن کو جھٹلاتے ہیں اور اُسے نہ جھٹلاتے گا مگر ہر ہر سرکش گنہگار (كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ) (۱۲:۸۳)

قرآن مجید میں قَسَطَ (فاعل قاسط، جمع قاسطین) بھی ظلم کے معنوں میں آیا ہے۔ قاسط وہ ہے جو دوسرے کا حصہ لے لیتا ہے۔

وَأَمَّا الْقٰسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾

"اور رہے ظالم (الْقٰسِطُونَ) وہ جہنم کے ایندھن ہوتے۔" (۱۵:۷۲)



اِسْرَافٌ مُّسْرِفِیْنَ

حد سے گذر جانے کو اسراف کہتے ہیں۔ عام طور پر خرچ اور برتاؤ کے مفہوم میں حد سے گذر جانا معروف ہے۔

”یہ لفظ اسراف کے فعل سے بنا ہے جو ”سرف“ کے مادے سے مشتق فعل کا چوتھا باب ہے جس کا بنیادی معنی ہے ”حد سے گذر جانا“ صحیح مقدار سے تجاوز کرنا جن کے مفہوم میں عناد، جارحیت اور دوسرے کی حق تلفی کا عنصر غالب ہے۔ اسراف کے معنی، مذکورہ احتمالات کے بغیر کسی بھی معاملے میں حدود سے آگے بڑھنا، بہت فضول خرچی، اعتدال کی ممانعت اور زیادتی کا ارتکاب ہیں۔“ ص ۳۳۹

يٰۤاٰدَمُ خُذْ وَا زَيْنَتَكَمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا

وَأَشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾

”اے آدم کی اولاد! اپنی زینت لوجب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور

پیو اور حد سے نہ بڑھو (وَلَا تُسْرِفُوْا) بے شک حد سے بڑھنے

والے اُسے پسند نہیں۔“ (۳۱:۷)

قرآن مجید کی بعض آیات سے واضح ہوتا ہے کہ بعض مواقع پر ”مصرف“ کا

معنی بہت واضح طور پر کافر اور ظالم کے قریب آ جاتا ہے۔“

پروفیسر از تسونے اندریں بارہ قرآن مجید کی یہ آیت نقل کی ہے:

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعَدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾

”اس سبب سے (قابیل کے قتل کی وجہ سے) ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے، تو گویا اس نے سب کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا (زندہ کر لیا) اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔

”اور بے شک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور پھر بے شک ان میں بہت اس کے بعد زمین میں زیادتی کرنے والے ہیں (إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ بَعَدَ ذَلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ﴿٣٢﴾)“ (۳۲:۵)



بُخْل

اسی ضمن میں ایک برائی بُخْل یعنی مال کا وہاں صرف نہ کرنا جہاں اس کی

ضرورت ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ۖ سَيُطَوَّقُونَ
مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۖ

”اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل
سے دی، ہرگز اسے اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لئے برا
ہے۔ عنقریب وہ جس نے بخل کیا تھا، قیامت کے دن ان کے
گلے کا طوق ہوگا۔“ (۱۸۰:۳)

پھر وہ بھی ہیں جو دوسروں کو بخل کی ترغیب دیتے ہیں:

الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ
وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۖ وَأَعْتَدْنَا
لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝

”جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو
انہیں اپنے فضل سے دیا ہے، اسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم
نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (۳۷:۳) (۲۴:۵۷)

ضَلَّال: الضَّالِّينَ

سیدھی راہ سے ہٹ جانے کو ضلالت کہتے ہیں اور یہ ہڈی کے مقابل پر ہے۔
ضَّالِّينَ وہ ہیں جو صراطِ مستقیم سے ہٹ کر افراط و تفریط میں پڑ گئے اور گمراہ ہو گئے۔
”جسے اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے اور جسے گمراہ کرے، تو وہی نقصان میں رہے۔“ (۷۸:۷)

شروع قرآن میں سورۃ فاتحہ میں دعا سکھائی گئی: ”ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب اور نہ بہکے ہوؤں کا (وَلَا الضَّالِّينَ) (۷:۱)

مفسرین نے کہا ہے کہ غضب کا اشارہ یہودیوں کی طرف ہے اور ضلالت کا حوالہ عیسائیوں کی غلطیوں کے لئے ہے۔

قرآن مجید میں ضلالت کی وضاحت مزید فرمائی:

وَمَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿۱۰۸﴾

”اور جو ایمان کے بدلے کفر لے، وہ ٹھیک راستے سے بہک گیا۔“ (۱۰۸:۲)

”اور جو اللہ کا شریک ٹھہرائے، وہ دور کی گمراہی میں پڑا (فَقَدْ ضَلَّ

ضَلَّالًا بَعِيدًا ﴿۱۱۶﴾“ (۱۱۳:۳)

وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾

”اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں

اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔“ (۱۳۶:۴)

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ﴿١٣٧﴾

”اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا، وہ بے شک صریح

گمراہی بہکا (ضَلًّا مُّبِينًا)۔“ (۱۳۶:۳۳)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا

ضَلًّا بَعِيدًا ﴿١٣٨﴾

”وہ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ دور کی

گمراہی میں پڑے۔“ (۱۳۷:۴)

قرآن مجید میں تو فضول گپ شپ، گانے بجانے اور غافل کر دینے والے لہو

ولعب کو بھی گمراہی کہا گیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ

سَبِيلِ اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۗ أُولَٰئِكَ

لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٦﴾

”اور کچھ لوگ کھیل کی باتیں (لَهْوَ الْحَدِيثِ) خریدتے ہیں کہ

اللہ کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اور اسے ہنسی بنا لیں ان کے

لئے ذلت کا عذاب ہے۔“ (۶:۳۱)

ضالین کی ایک اور نشانی یہ ہے کہ وہ ہر سنجیدہ بات اور موعظت کو نہی مذاق میں اڑا دیتے ہیں۔ اور جب فساد کرنے والوں اور کفار کے ساتھ ملتے ہیں تو کہتے ہیں:

قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ﴿۱۳﴾

”ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی نہی کرتے ہیں۔“ (۱۳:۲)

گمراہ لوگوں یا کافروں نے ہر نبی کے ساتھ یہی سلوک کیا:

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۴﴾

”ان کے پاس جو نبی آیا، اس کی نہی ہی بنایا کیے۔“ (۴:۴۳)

يَحْسِرَةٌ عَلَى الْعِبَادِ، مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا

بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿۳﴾

”ہائے افسوس ان بندوں پر، جب ان کے پاس کوئی رسول آتا

ہے تو اس سے ٹھٹھا ہی کرتے ہیں۔“ (۳۰:۳۶)



خسارہ: الْخُسِرُونَ

گمراہی، کفر، بد عہدی، ہر قسم کی شیطانی حرکتیں، ارتداد اور ہر قسم کی بد اعمالی کا نتیجہ خسارہ ہے۔

الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ
وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي
الْأَرْضِ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخُسِرُونَ ﴿٢٤﴾

”وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی نقصان میں ہیں۔“ (۲۴:۲)

وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ
وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخُسِرِينَ ﴿٨٥﴾

”اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا، وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔“

(مِنَ الْخُسِرِينَ) (۸۵:۳)

امام راغب کے نزدیک خسز یا خسران قرآن مجید میں عقل، ایمان اور

ثواب کے نقصان پر بولا گیا ہے۔

خسران کی دوسری صورتیں: گناہ (اثم) گناہ (ذنب) گناہ (جُنَاح)،
خطا کاری، ظنی باتیں کرنا

حق سے روگردانی (اعراض) تردد کرنے والے (الْمُهْتَرِبِينَ) نیز خبیث،
غفلت، افتراء، غیبت۔

اِثْمٌ (گناہ): اِثْمَيْنِ

پروفیسر از تسکو نے لکھا ہے: ”اس لفظ کے بنیادی معنی کے بارے میں علماء نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً محیط المحیط میں اس کی یوں تعریف کی گئی ہے کہ یہ ممانعت کی خلاف ورزی کا نام ہے۔ یعنی ایسا کام کرنا جس کی اجازت نہیں ہے۔ مفسر البیضاوی لکھتے ہیں کہ اثم ایسا ذنب ہے جو سزا کا مستوجب ہے (سورہ ۶۹: آیت ۱۲) دوسرے علماء کے نزدیک اثم ایسے ممنوع کام کرنے کو کہتے ہیں جس میں نیت کا شامل ہونا یا نہ ہونا مراد ہو سکتے ہیں۔“ دینی اخلاقیات کے قرآنی مفاہیم (ص ۷۳-۷۴)

پھر لکھا ہے: ”قرآن کریم میں لفظ اثم کے استعمال کے بارے میں پہلی قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ لفظ عام طور پر احکامی آیات میں مذکور ہے۔“

یعنی معاملات کے ضمن میں مثلاً لین دین کے معاملات، بے انصافی، بیویوں کی حق تلفی، حرمت کی خلاف ورزی، کفر کی بعض صورتیں، افتراء، خطیہ (خطا کاری) وغیرہ۔

ذَنْبٌ (گناہ) مُذْنَبِينَ

”قرآن کریم میں یہ لفظ بکثرت ایسے گناہوں کے بارے میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے خلاف سرزد ہوتے ہیں۔“ (ص ۶۹-۷۰) مثلاً تکذیب کفر، استکبار، فاحشہ اور ظلم،

خطیہ وغیرہ۔

پروفیسر از تسکو نے اسی ضمن میں جرم کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے ”جرم“ یقیناً ذنب کا مبہم معنی ہے۔

حرج / جُنَاح

”یہ دونوں الفاظ اٹم کے ہم معنی ہیں اور اکثر قرآن کریم میں احکامی آیات میں استعمال ہوئے ہیں۔ بظاہر اس کا معنی وہ جرم یا گناہ ہے جو سزا کا مستوجب ہے۔“
مثلاً نکاح اور طلاق کے معاملے میں زیادتیاں وغیرہ۔

خطا (خطیۃ): اَلْخَطَاةِیْن

خطا کا معنی ہے غلطی کرنا، ارادی طور پر یا غیر ارادی طور پر۔ زلیخا کو اس کا شوہر خطا کاروں میں خیال کرتا ہے۔ (۲۹:۱۲)
یوسفؑ کے بھائی اپنے تئیں خطا کاروں میں خیال کرتے ہیں۔

(۹۷، ۹۱:۱۲)

فرعون اور ہامان اپنے سارے گروہ سمیت خطا کار تھے۔ (۸:۲۸)

قرآن کریم میں دعا سکھلائی گئی:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا،

”اے رب ہمارے نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں (اخطانا) (۲۸۶:۲)“

ظنی بات کرنا (خَرَصَ): اَلْخَرَصُونَ

ظنی بات کرنے والے، بے علمی سے اندازوں پر چلنے والے، گمان اور تخمینہ

سے بات کرنے والے، گویا جھوٹ بولنے والے اور کذاب ان اٹکل پیچولوگوں کو لعنت کا مستحق ٹھہرا دیا گیا ہے۔

”مارے جائیں دل سے تراشنے والے (قَتِلَ الْخَرُّصُونَ ﴿۱۰﴾ (۱۰:۵۱)“

اعراض: مُعْرِضُونَ

اعراض کے معنی ہیں، حق کو چھوڑ کر باطل کو اختیار کر لینا یہودیوں سے اللہ نے نیک کام کرنے کا عہد لیا اور جب انہوں نے اس کے مطابق عمل نہ کیا تو اللہ فرماتا ہے:

”پھر تم پھر گئے مگر تم میں سے تھوڑے، اور تم روگرداں ہو، (وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۸۳﴾“ (۸۳:۲) یعنی تم نے منہ موڑ لیا۔

”اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی بن جائیں (وَلَنْكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۴۵﴾) تو جب اللہ انہیں اپنے فضل سے دیا تو اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے۔ (وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۴۶﴾) (۴۶:۴۵:۹)

شک، تردد کرنے والے: الْمُبْتَرِّينَ

مِرْيَہ جس سے لفظ الْمُبْتَرِّينَ ہے، تردد کرنے اور اس تردد کے باوجود جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں۔

”تو اے سننے والے، تجھے کچھ اس میں شک نہ ہو (فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِّنْهُ) بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت آدمی ایمان نہیں رکھتے۔“ (۱۷:۱۱)

”اے سننے والے، یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے، تو شک والوں میں نہ ہونا (فَلَا تَكُن مِّنَ الْمُنْتَرِينَ) ﴿۶۰﴾ (۶۰:۳)

خُبث (گندی سوچ اور برے اعمال): الْخَبِيثُونَ

ناپاک ذہنیت اور ناپاک عمل خُبث ہے۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ
الْخَبِيثِ، فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ ﴿۱۰۰﴾

”تم فرمادو کہ گندا اور ستھرا برابر نہیں، اگرچہ تمہیں گندے کی کثرت
بھائے تو اللہ سے ڈرتے رہو اے عقل والو کہ تم فلاح پاؤ۔“ (۱۰۰:۵)

خُبث (گندی) کے مقابلے میں طیب (ستھرا) ہے۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ
وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ
أُولَئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۗ

”گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے اور
ستھریاں ستھروں کے لئے اور ستھرے ستھریوں کے لئے، وہ

پاک ہیں ان باتوں سے جو وہ کہہ رہے ہیں۔“ (۲۶:۲۴)

وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ
فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿۳۶﴾

”اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے

کاٹ دیا گیا اور اب اسے کوئی قیام نہیں۔“ (۲۶:۱۴)

غفلت: غِفْلُونَ

کسی بات کا احساس نہ ہونا غفلت ہے، بلکہ بھول چوک بھی اس کی وجہ ہو سکتی ہے۔

جیسے کہتے ہیں ”کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا۔“

”وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ

کان جن سے سنتے نہیں۔ وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ، وہی غفلت

میں پڑے ہیں۔“

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ①

”لوگوں کا حساب نزدیک ہے اور وہ غفلت میں منہ پھیرے ہیں۔“ (۱:۲۱)

جھوٹ بنانا (افتراء): مُفْتَرِينَ

خاص طور پر اللہ کے بارے میں جھوٹ گھڑ لینا بہت بڑا گناہ ہے۔ اس میں

شرک بھی شامل ہے۔

”اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا، اس نے بڑا گناہ کا طوفان

باندھا (فَقَدْ افْتَرَىٰ اِثْمًا عَظِيمًا) ② (۴۸:۲۸)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا ③

”تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔“ (۱۵:۱۸)

سب سے بڑھ کر افتراء یہ ہے کہ کوئی شخص وحی و کشف والہام اللہ سے پانے کا

دعویٰ کرے جب کہ وہ جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے۔ جھوٹے نبی اور جھوٹے ولی اور جھوٹ
موٹ کے عالم سب اس گروہ میں شامل ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ
إِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ ط

”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے، مجھے
وحی ہوئی اور جو کہے، ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا اللہ نے
اتارا۔“ (۹۳:۶)

غیبت (وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم بَعْضًا)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ
بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبِ بَعْضُكُم
بَعْضًا أَيُّحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا
فَكَرِهْتُمُوهُ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲﴾

”اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان
گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت
نہ کرو، کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت
کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ بہت
توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے۔“ (۱۲:۴۹)

دیگر معائب و نواہی

وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنبِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ﴿٣١﴾ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَن يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿٣٣﴾

”اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے۔ بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی

اترانے والا، بڑائی مارنے والا۔ جو آپ بخل کریں اور اوروں سے بخل کے لئے کہیں اور اللہ نے جو انہیں اپنے فضل سے ریا ہے، اُسے چھپائیں اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ قیامت پر، اور جس کا مصاحب شیطان ہو تو کتنا برا مصاحب ہے۔“ (۳۶:۳۸-۳۸)

وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝^{۳۵}
 اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۗ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ۝^{۳۶}

”اور وہ جو اللہ کا عہد اُس کے پکے ہونے کے بعد توڑتے اور جس کے جوڑنے کو اللہ نے فرمایا، اُسے قطع کرنے اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کا حصہ لعنت ہی ہے اور ان کا نصیب بڑا گھر۔ اللہ جس کے لئے چاہے، رزق کشادہ اور تنگ کرتا ہے اور کافر دنیا کی زندگی پر اتر اگئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابل نہیں مگر۔“

کچھ دن فائدہ اٹھالینا۔“ (۱۳: ۲۵-۲۶)

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخْوَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ⑩ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا
يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ
وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۗ وَلَا
تَلْبِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللُّقَابِ ۗ بئس
الاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۗ وَمَن لَّمْ يَتُبْ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ⑪ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۚ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ
وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۗ أَيُّحِبُّ
أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۗ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ ⑫

”مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور

اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت ہو۔ اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے

نہیں، عجب نہیں کہ وہ ان نهننے والوں سے بہتر ہوں۔ اور آپس

میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو، کیا ہی برا

نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔ اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم

ہیں۔ اسے ایمان والو، بہت گمانوں سے بچو، بے شک کوئی گمان ہو جاتا ہے۔ اور عیب نہ ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے؟ تو یہ تمہیں گوارا نہ ہوگا۔ اور اللہ سے ڈرو (وَ اتَّقُوا اللّٰهَ) بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا، مہربان ہے (اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ) (۱۴) (۴۹:۱۰-۱۲)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يُبَايِعْنَكَ عَلَىٰ أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعُهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝۱۴

”اے نبی! جب تمہارے حضور مسلمان عورتیں حاضر ہوں اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھہرائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری، اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ وہ بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان یعنی موضوع ولادت میں اٹھائیں اور کسی نیک بات میں تمہاری

نافرمانی نہ کریں گی تو ان سے بیعت لو اور اللہ سے ان کی مغفرت
چاہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ (إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ) (۱۲:۶۰)

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهْدِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَاءٍ بِنَبِيٍّ ۝
مَّنَاعٍ لِلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عَتَلٍ بَعْدَ ذَلِكَ
زَنِيمٍ ۝ أَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ
الْإِنشَاءُ قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝

”اور ہر ایسے کی بات نہ سننا جو بڑا قسیم کھانے والا ذلیل۔ بہت
طعنے دینے والا، بہت ادھر کی ادھر لگتا پھرنے والا۔ درشت خو،
اس سب پر طرہ یہ کہ اس کی اصل میں خطا۔ اس پر کہ کچھ مال اور
بیٹے رکھتا ہے۔ جب اس پر ہماری آیتیں پڑھی جائیں، کہتا ہے کہ
انگلوں کی کہانیاں ہیں۔“ (۱۵:۶۸-۱۰-۱۵)

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۝ فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ
الْيَتِيمَ ۝ وَلَا يُحِضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝
فَوَيْلٌ لِلْبَصَلِيِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ
سَاهُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝ وَيَمْنَعُونَ
الْبَاعُونَ ۝

”بھلا دیکھو جو دین کو جھٹلاتا ہے؟ پھر وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں دیتا تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔ وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔“ (۱۰۷:۱-۷)

خلاصہ:

بندے بن کر رہو،

وَاعْبُدُوا اللَّهَ (اور اللہ کی بندگی کرو)

وَاتَّقُوا اللَّهَ (اور اللہ سے ڈرتے رہو)



(۳) زُمْرَةُ لَا يَحْزَنُونَ

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرة لَا يَحْزَنُونَ کر

(اقبال)

صحیح عقیدہ اور صحیح عمل

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصْرِي
وَالصَّبِيَّةِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يُحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾ (قرآن مجید ۲: ۶۲)

ترجمہ: بے شک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرا نیوں اور ستارہ
پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان
لائیں اور نیک کام کریں، ان کا ثواب ان کے رب کے پاس
ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

خوف: آئندہ کا خوف، مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ واقعات کا ڈر۔

حزن: گزرے ہوئے دنوں میں بعض ناخوش گوار واقعات پر تأسف، ماضی
کے فعل و عمل اور حالات پر افسوس اور غم۔

ذکر ہو رہا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جنہیں نہ کوئی آنے والے دنوں کا خوف ہوگا
اور نہ گزرے ہوئے زمانے کی باتوں کا غم۔

اگرچہ مفسرین نے عام طور پر یہ مضمون آخرت یا قیامت کے ساتھ متعلق بتایا
ہے مگر ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا ہے کہ اسے اس دنیا کے خوف اور غم کے معنوں میں بھی لیا جا

سکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ایک بات واضح ہے کہ یہ دین دار لوگ ہیں اور اپنی فلاح دین کی پیروی میں ڈھونڈتے ہیں۔

چنانچہ مثال کے طور پر ان کی خوف اور غم سے نجات کو دینی عمل سے وابستہ کرتے ہوئے اس دور کے مروج مذاہب کا نام لیا گیا ہے۔ ایک تو وہ ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں یعنی مسلمان، دوسرے یہودی، نصاریٰ اور صابی ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو موسیٰ کی شریعت کی پیروی کر رہے ہیں یا عیسیٰ کی تعلیمات کی روشنی میں عمل کر رہے ہیں، یا پھر صابئین ہیں جنہیں بعض محققین تو ستارہ پرست کہتے ہیں مگر بعض نے انہیں عیسائیوں کا ایک فرقہ قرار دیا ہے اور انہیں اہل کتاب کہا ہے۔

اب ان پر دو شرائط عائد کر دی گئی ہیں کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں۔

اللہ اور یوم آخرت پر ایمان اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر عمل میں صدق و اخلاص پیدا نہیں ہو سکتا اس کے بغیر آدمی کسی نہ کسی حرص اور غرض کو سامنے رکھ کر عمل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ عمل صالح وہی نیک کام ہیں جو اس ایمان کی روشنی میں نیک طے پاتے ہیں۔

بعض پڑھے لکھے لوگوں کی طبیعت اس آزادی کی طرف مائل ہوتی کہ یہاں شاید اسلام پر ایمان لانے کو لازم قرار نہیں دیا گیا ہے یا مذکورہ مذاہب کو جیسے کہ وہ ہیں قبول کر لیا گیا ہے اور وہ اگر ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت اور عمل صالح پر کاربند ہیں تو بس وہ بھی لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کے زمرے میں آ

جاتے ہیں۔

لیکن نہیں، اس طرح کی آزاد خیالی کی یہاں گنجائش اس لئے نہیں ہے کہ ان میں سے کسی مذہب (یہودی، عیسائی، اور صابی و دیگر مسالک) میں اللہ پر ایمان کسی نہ کسی طرح شرک سے خالی نہیں ہے اور اسی طرح آخرت پر ایمان بھی ان کے آخرت کے اپنے تصور سے متعلق ہو کر کمزور یا باطل ہو جاتا ہے۔ لہذا جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر ان عقائد کو محمد رسول اللہ کے دین کے سیاق و سباق میں ہی صحیح سمجھا گیا ہے، اس لئے سیدھا سادھا مطلب اس کا یہی لیا جائے گا کہ اگر وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور آخرت کو مانتے ہیں اور پھر اس طرح عمل صالح بجالاتے ہیں جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت میں واجب اور صحیح قرار دیا ہے تو پھر وہ دین و دنیا میں خوف اور غم سے نجات پا گئے۔

عمل صالح کی بات ہو رہی ہے تو دیکھ لیجئے، آج کل یہودیوں اور عیسائیوں میں اس طرح غلط طور پر عملی رجحانات نے جنم لیا ہے کہ ان کے اعمال غیر مفید اور فضول رسوم و رواج اور ہر قسم کی کج روی کے مترادف ہو کے رہ گئے ہیں۔ لہذا اگر کوئی کسی تأسف اور حسرت اور خوف کے امراض سے بچنا چاہتا ہے تو انہیں اسلام کی صحیح اور قابل عمل اخلاقی و روحانی تعلیم پر عمل کرنا پڑے گا۔

گویا اس آیت میں خوف اور غم کی بیماریوں سے بچنے کے لئے دو باتیں واضح کر دی گئیں کہ ایک تو اعتقاد صحیح رکھا جائے کیونکہ ہر آدمی کے اعمال اس کے مابعد الطبیعیاتی عقائد کی روشنی میں رو پذیر ہوتے ہیں خواہ وہ کوئی کم پڑھا لکھا شخص ہو یا

اعلیٰ پایہ کا ادیب اور فلاسفر، اس کے مابعد الطبیعیاتی عقائد پر بہر صورت اس کے خیال و عمل کی اہمیت کا انحصار رہے گا۔

اعمال صالح وہی ہیں جن کا مصدر (وحی نبوی) وہی ہے جہاں سے مابعد الطبیعیاتی عقائد انسان کو ملے۔ اگر یہ دونوں مؤثر طور پر کسی انسان کے کردار کو تشکیل دیتے ہیں تو پھر وہ جو کچھ کرے گا، نہ وہ کسی کردہ نا کردہ پر پچھتائے گا اور نہ ہی اسے کسی نا معلوم مستقبل کا ڈر ہوگا۔

اسی مضمون کی آیت سورہ مانہ میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالصَّبِئُونَ
وَالنَّظْرِي مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٩﴾

”بے شک وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی، ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم۔“ (۶۹:۵)

اہل کتاب کے ذکر کے سیاق و سباق میں معیارِ نجات یہی قرار دیا جا رہا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق اللہ اور یومِ آخرت پر صحیح طور پر ایمان رکھو اور اعمال صالح بجالاؤ۔ تو دنیا و آخرت میں خوف اور غم سے نجات پاؤ گے۔



ہدایت کی پیروی

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا، فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي
هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿۳۸﴾ (قرآن مجید ۲: ۳۸)

ترجمہ: ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ، پھر اگر تمہارے پاس
میری طرف سے ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہو، انہیں
نہ کوئی اندیشہ نہ کوئی غم۔

ہدایت: انبیاء کی رہنمائی جو وحی کی روشنی میں لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔
ہدایت میں یہ مفہوم بھی موجود ہے کہ وہ ایسی رہنمائی ہے جو انسان کو اس کے ارتقاء میں
اس کی منزل مقصود تک پہنچا دیتی ہے۔ یعنی انسانی کردار یا شخصیت کی تکمیل بھی
ہدایت نبوی کے ذریعہ سے ہی ہوتی ہے۔

خوف اور حزن سے وہی آدمی نجات پاسکتا ہے جو مذہبی عقیدہ کا حامل ہو۔
کیونکہ آدم اور بنی آدم کو زمین پر اترتے ہی بتا دیا گیا کہ ایک جنت تو تم نے کھودی مگر
اس زمین کو تم اپنے لئے جنت بنا سکتے ہو بشرطیکہ ہماری ہدایت پر چلو۔ یہ گویا اللہ کا
احسان ہے اپنی مخلوق نوع انسان پر کہ ان کو آخری موقعہ دیا گیا۔ اللہ نے ان کے لئے
تنبیہ اور ہدایت کا ایک پورا نظام قائم کر دیا۔ پیغمبر مبعوث ہوں گے جو چننے ہوئے لوگ

ہوں گے، وہ اپنے اپنے دور میں اللہ کی ہدایت کو لوگوں تک پہنچائیں گے۔ فرشتے ان تک یہ ہدایت بذریعہ وحی پیغمبروں کو پہنچائیں گے اور وہ آگے اس کا ابلاغ کریں گے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ انسان اپنی ہدایت کے لیے کوئی قانون نہیں بنا سکتے۔ اگر بنائیں گے تو اس میں کئی قسم کی خامیاں ہوں گی۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو قومیں بذریعہ وحی نازل شدہ احکام کو نظر انداز کر کے محض غلطی اور درستی کے آزمائشی تجربوں کو دیکھ کر قانون بنا رہی ہیں وہ انسان کو اوپر اٹھانے کی بجائے پستیوں میں دھنسا رہی ہیں۔

رسالت کا پھر اپنا نظام ہے۔ اب رسالت اور نبوت کا باب بند ہو چکا۔ آخری وحی کے ذریعہ سیاسی، ثقافتی، اخلاقی اور روحانی قوانین دیے جا چکے۔ ظاہر ہے کہ اگر اسلامی تعلیم کے اصولوں کے مطابق عمل ہوگا تو پھر کسی نقصان کا اندیشہ نہیں۔ نہ تو یہاں ڈر اور غم ہوگا نہ ہی وہاں۔



خود سپردگی

بَلَىٰ ۗ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ
عِنْدَ رَبِّهِ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١١٢﴾

(قرآن مجید ۲: ۱۱۲)

ترجمہ: ہاں کیوں نہیں، جس نے اپنا منہ جھکا یا اللہ کے لئے اور وہ نیکو کار ہے تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے اور انھیں نہ کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

أَسْلَمَ: منہ جھکا دیا، سپرد کر دیا۔

وَجْهَهُ: منہ، ذات، خود اپنا آپ

مُحْسِنٌ: احسان کرنے والا، نیکو کار، مخلص

جب ہم قرآن کریم کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں تو ظاہر ہے، مذہب اسلام کے حوالہ سے بیان ہو رہا ہے۔ اسلام کے اصلی معنی اللہ کے احکام کے آگے سر جھکا دینے کے ہیں جسے انگلش میں self-surrender کہتے ہیں یعنی مکمل طور پر اپنے تئیں اللہ کے حوالے کر دینا۔ جیسے ایک ماننے والا اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہو کہ یا اللہ، اب میری مرضی ختم ہوئی، اب میں وہی کچھ کروں گا، جو تیری مرضی ہو!

اس لحاظ سے خود سپردگی ایک عزم ہے، نیت ہے اور روتیہ ہے۔ بندے کا روتیہ یہ ہو اور پھر وہ مُحْسِن ہو، مُحْسِن کے معنوں میں نیکو کاری، اخلاصِ عمل اور خدمت گزاری (احسان) سب کچھ آ گیا۔ تو جو بندہ اس طرح ایمان و عمل میں اس پوائنٹ پہ آ جائے تو پھر ایک اور اہم بات اس کو ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ سب کچھ کر لینے کے بدلہ میں وہ کسی اجر یا انعام کے پیچھے مت پڑے۔ اب ایسا شخص نبیوں اور ولیوں کے حلقے میں کھڑا ہے جہاں ہر نبی علی الاعلان کہہ رہا ہے کہ میں جو تم سب کے سامنے موجود تمہاری بھلائی کی باتیں کر رہا ہوں، خود نیک عمل کر رہا ہوں اور تم سب کو نیک عمل کی تلقین کر رہا ہوں تو میرا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔ (إِنَّ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ)۔

ایسا ہی ایک خدمت گزار نیکو کار مخلص بندہ جب اللہ کے احکام کی اس طرح متابعت شروع کر دیتا ہے کہ اس کے بدلے میں کسی مخلوق سے کسی انعام کی توقع نہیں رکھتا تو وہ گویا سلامتی کے گھر میں آ گیا جہاں اسے نہ کوئی ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔ جب سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے تو سب اچھا ہے۔ دنیا میں بھی ایسا ہی رہے گا اور آخرت میں بھی یہی چلن ہو گا۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔



اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا
يَتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مَنًّا وَلَا أَذًى ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ
عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۶۲﴾

(قرآن مجید ۲: ۲۶۲)

ترجمہ: وہ جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، پھر اپنے دیے
پیچھے نہ احسان رکھیں نہ تکلیف دیں۔ ان کا نیک (انعام) ان کے
رب کے پاس ہے، اور انھیں نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے مراد ہر قسم کے صدقات اور خیراتی کام ہیں۔ کسی
ایک فرد کو یا کسی ایک گھر میں دیں یا کسی ادارے کو دیں، یہ سب انفاق فی سبیل اللہ
میں شامل ہیں۔ دو شرطیں لگا دی گئی ہیں کہ جب خیرات دے دی تو پھر کسی پر احسان نہ
جتلاتے پھریں اور نہ ہی ہر کسی کو بتا کر خیرات وصول کرنے والے بندے کے لئے
اذیت کا باعث بنیں۔ اس صورت میں آپ کو نہ کچھ ڈر ہو گا نہ کوئی غم۔ بلکہ دل کو ایک
اطمینان ہو گا کہ میرا مال کسی کے کام آ گیا۔ مال خیرات کرنے میں جب بند مٹھی کھلتی
ہے تو دل بھی کھل جاتا ہے۔ یوں دل میں جو ایک خشونت اور سختی پیدا ہو جاتی ہے، وہ
دل کے کھلنے سے جاتی رہتی ہے۔

اس طور پر خرچ کرنے کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں فی سبیل اللہ خرچ کرنے کو کہا جا رہا تھا تو اس دور میں جہاد کے اخراجات کی مدد سب سے زیادہ اہم تھی، یہ درست ہے۔ مگر انفاق فی سبیل اللہ کو اسی مدد میں ہی محدود کرنا غلط ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد ہر قسم کا صدقہ و خیرات ہے: جہاد اور قومی خدمت سے لے کر کسی بیوہ، یتیم یا نادار شخص کی امداد تک۔

اس آیت کو پڑھتے ہوئے اس کے ساتھ اگلی اور پچھلی آیتوں کو ضرور پڑھ

لینا چاہیے۔

اس سے پہلے کی آیت یہ ہے:

”ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں

اس دانہ کی طرح ہے جس نے اوگائیں سات بالیں۔ ہر بال میں

سودا ہے: اور اللہ اس سے بھی زیادہ بڑھائے جس کے لئے

چاہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔“ (۱۶۱:۲)

یہاں خیرات کی ترغیب دیتے ہوئے مال میں برکت کا وعدہ بھی کر دیا گیا

بلکہ اس سنت الہی کی طرف اشارہ کر دیا گیا کہ خیرات و صدقات ادا کرنے سے مال

بڑھتا ہے۔ اور اللہ کو اس کا علم ہے کہ وہ علیم (علم والا) ہے اور ایسے لوگوں کے مال

بڑھنے کی کوئی حد نہیں یعنی بہت برکت ہوگی کہ اللہ واسع (وسعت والا) ہے۔

اس کے معا بعد کی آیت ہے:

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا

اَذَى ۛ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

”اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے، جس

کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پروا، علم والا ہے۔“ (۲: ۲۶۳)

یہ بات اس ضمن میں کہی جا رہی ہے کہ خیرات میں ریا کاری یا ایذا رسانی

نہیں ہونی چاہیے۔ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ کسی کو شائستگی کے ساتھ کوئی بات کہہ دو اور درگزر کرو۔

اس بات کی بار بار تاکید کی جا رہی ہے کہ جب تم نے خیرات دے دی تو بس

اپنے اس نیک کام کو گویا بھول جاؤ۔ یہ رقم تم نے گویا اللہ کی راہ میں کیا دی، اللہ کو ہی

دے دی۔ اب اس کا اجر خود اسی کے ذمہ ہے۔ یعنی وہ تمہیں اس کا اجر ضرور دے گا اور

اس میں برکت الگ ہوگی۔ ایسے میں تمہیں دنیا و آخرت میں ڈر اور دنیا کے غم سے

نجات ملے گی۔



مال کی خیرات، ہر موقع پر ہر حال میں

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا
وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۲۷۴﴾ (قرآن مجید ۲: ۲۷۴)

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنے مال خیرات کرتے ہیں رات میں اور دن میں
چھپے اور ظاہر۔ ان کے لئے ان کا نیک (انعام) ان کے رب
کے پاس، ان کو نہ کچھ اندیشہ ہو نہ کچھ غم۔

سود کو حرام قرار دینے سے پہلے ایک بار پھر اللہ تعالیٰ صدقہ و خیرات دینے کی
ترغیب دے رہا ہے۔ مال کی خیرات دو، رات اور دن، چھپے اور ظاہر اور یقین رکھو کہ
اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر ضرور عطا فرمائے گا۔

اس آیت سے پہلے یہ بھی بتا دیا ہے کہ خیرات دینے میں کن لوگوں کا خیال
رکھو۔ فرمایا:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ
ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ
التَّعَفُّفِ ۖ تَعْرِفُهُمْ بِسَيِّئِهِمْ ۖ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ
إِلْحَافًا ۖ وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿۲۷۵﴾

”ان فقیروں کے لئے جو راہِ خدا میں روکے گئے، زمین میں چل
نہیں سکتے۔ نادان انہیں تو نگر سمجھے، بچنے کا سبب۔ تو انہیں

صورت سے پہچان لے گا، لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑ گڑانا
پڑے، اور تم جو خیرات کرو، اللہ اُسے جانتا ہے۔“

(قرآن مجید ۲: ۲۷۳)

آیت میں ”راہِ خدا میں رو کے گئے“ سے مراد دراصل مجاہدین ہیں۔ لیکن
مفسرین نے اُن تمام لوگوں کو شامل کیا ہے جو دین کا کام کر رہے ہوں اور ان کو کمانے
کی فرصت ہے نہ استطاعت۔ اس زمرے میں خانقاہوں کے صوفی درویش اور علماء
دین اور ان کے طالب علم سب شامل ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو دیکھ کر ہی آدمی
کچھ سمجھ سکتا ہے کہ یہ ضرورت مند ہیں مگر لپٹ کر نہیں مانگتے، ایسے لوگوں کو خیرات و
صدقات کے معاملے میں اہمیت دینی چاہیے۔

خیرات دیتے ہوئے کئی روایات میں پوشیدگی پر زور دیا گیا ہے کہ اس سے
ریا کا خطرہ نہیں رہتا لیکن بعض صدقات کھلم کھلا بھی دینے پڑتے ہیں تو دونوں صورتوں
میں اصل کام تو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا یعنی دینا ہے، سو دونوں طرح سے دو۔

اس میں ایک نکتہ والی بات یہ ہے کہ مال دینے اور مالی امداد کرنے سے
دل کی خوابیدہ قوتوں کو بیدار ہو کر رو پذیر ہونے کا موقعہ ملتا ہے۔ دینی حلقوں سے ہٹ
کر، فوق الفطرت کام کرنے والے عاملین کو اگر وہ فاسق فاجر نہ ہوں، دیکھا گیا ہے کہ ان
کی ایک صفت فیاضی کی ہوتی ہے۔ فیاضی میں دل کے ذورازے درپے کھل جاتے
ہیں اور تازہ ہوا اندر آنے سے اندرونی قوی کو قوت مل جاتی ہے۔ اس لئے ایسے لوگ
ہاتھ کے کھلے ہوتے ہیں۔ جب ہاتھ کھلتے ہیں تو دل کھلتا ہے اور باطنی صلاحیتیں کھلتی ہیں۔

اس طرح کی تمام صورتوں میں مال خرچ کرنے والے اس دنیا میں بھی جب
اطمینان پاتے ہیں تو اُن کو کوئی اندیشہ رہتا ہے نہ غم، قیامت میں تو ایسا ہو گا ہی مگر صدقہ و
خیرات کرنے والے اس کا یہیں مشاہدہ و تجربہ کر لیتے ہیں۔

ایمان، اعمال صالح، نماز اور زکوٰۃ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ
وَاتُوا الزَّكَاةَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٢٤٤﴾ (قرآن مجید ۲: ۲۴۴)

ترجمہ: بے شک وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور نماز قائم کی اور

زکوٰۃ دی، ان کا نیک (انعام) ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ
انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

صدقات و خیرات کے فوائد و برکات کا ذکر کرتے ہوئے اللہ نے سود کی
خرابیاں بیان فرمائیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقات سے مال کم ہوتا ہے اور سود کے
ذریعہ بڑھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خیرات دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور سود
لینے کے ساتھ لعنت اترتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سود لینے کے پیچھے جو تحریک کام
کر رہی ہے وہ مال کی حرص ہے۔ جسے یہ حرص ہوگی، وہ دین و دنیا کے کام سے گیا، ایسا
شخص رات دن روپے پیسے گننے میں لگا رہتا ہے۔ وہ دن کا چین اور رات کا آرام قربان
کرتا ہے اور خوف اور حزن میں مبتلا رہتا ہے۔ خوف یہ کہ مال کہیں ہاتھ سے نکل نہ جائے
اور حزن یہ کہ کون سا موقع کہیں سے مال ہتھیانے کا رہ گیا۔

اس آیت میں حقیقت بیان فرمائی گئی کہ مال و دولت کمانے اور جمع کرنے

کی ذہن سرے سے غلط ہے۔ چنانچہ صوفیاء کرام نے تو اس قسم کے جذبہ کی سخت مذمت فرمائی۔ اگر بندہ اس زندگی میں خیر چاہتا ہے اور آخرت کے لئے نجات کا خواہش مند ہے تو اسے چاہیے کہ یہ اصول اپنالے:

۱۔ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت

۲۔ نیک کام

۳۔ اللہ کی عبادت۔ نماز

۴۔ صدقات۔ زکوٰۃ

مطلب یہ ہے کہ اصل اہمیت زندگی میں ان اصول و اعمال کی ہے۔ معاشی بہتری کے لئے جائز قاعدے قانون بتا دیئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق کمائی کی جائے مگر اطمینان ملے گا صرف ایمان سے، نیک کاموں سے، نماز قائم کرنے سے اور زکوٰۃ سے۔ گویا دنیا میں رہ کر دنیا داری میں مشغول رہ کر بھی دھیان اللہ کی جانب رہے تب بندے کو نہ کوئی خوف رہے گا نہ غم۔ اطمینان سے زندگی گزرے گی۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔



شہداء

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ
 أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ
 اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا
 بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ ۗ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
 يَحْزَنُونَ ﴿۱۷۰﴾ (قرآن مجید ۳: ۱۷۰)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا،
 بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔ شاد ہیں
 اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے
 ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ
 ہے اور نہ کچھ غم۔

شہداء کی زندگی کی بات ہو رہی ہے۔ اس سے پہلے قرآن مجید میں بیان ہو

چکا ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۗ بَلْ
 أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۱۷۱﴾

”اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ

ہیں، ہاں تمہیں خبر نہیں۔“ (۲: ۱۵۴)

”ہرگز اُنھیں مردہ خیال نہ کرنا۔“ کیونکہ اُنھیں عالم برزخ میں ایک امتیازی زندگی حاصل ہے۔ وہ لوگ جو اس زندگی کی بات کو محاورہ لیتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ اس کا مطلب ہے، ان کا جان دینا نامکام نہیں تھا بلکہ وہ مر کر سرخرو ہوئے۔ پھر کچھ لوگ ہیں جو اسے روحانی جسمانی زندگی دونوں سمجھتے ہیں۔ دیکھا گیا ہے کہ کہیں کسی شہید کی قبر کھل گئی تو اُس کا جسد محفوظ تھا اور زخموں سے خون رس رہا تھا۔

کسی سچائی کے تحفظ کی کوشش میں جان دینے والا شہید کہلاتا ہے۔ گویا وہ اپنی جان کی قربانی دے کر ثابت کر دیتا ہے کہ یہ سچائی کس قدر اعلیٰ و ارفع ہے، اس کی حفاظت میں جان دینا ایک بہت بڑی شہادت ہے کہ یہ واقعی سچ ہے۔

جب صحابہ کرام جہاد کے لئے نکلتے تھے تو اُنھیں نہ موت کا خوف ہوتا تھا نہ شہادت کی صورت میں اپنے پسماندگان کے بارے میں کچھ غم۔ پھر جو شہید ہوتے تھے وہ اپنے بعد میں آنے والے ساتھیوں کے بارے میں بھی بے فکر ہو جاتے تھے کہ یہاں جب وہ آئیں گے تو گویا ہماری طرح ہی زندہ رہیں گے اور ان کا رزق ان کو ملے گا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب مسلمان جنگوں اور لڑائیوں کے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ مگر اُس حال میں بھی اُنھیں وحی الہی کی روشنی میں اللہ کے وعدوں پر اس قدر یقین تھا کہ اُنھیں نہ کچھ ڈر تھا، نہ غم۔



ایمان و عمل

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ
فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿۲۸﴾ (قرآن مجید ۶: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سنانے تو جو ایمان لائے
اور سنو رہے، ان کو نہ کچھ اندیشہ، نہ کچھ غم۔

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ کی مراد حاصل کرنے کے لئے
اتباع رسالت ضروری ہے۔ جب تک وحی الہی کی روشنی میں نبیؐ کی تعلیم پر عمل نہیں کیا
جائے گا، انسان خوف و حزن سے مغلوب رہے گا۔

بتایا گیا کہ مرسلین کا مقصد کیا ہے، یہی کہ وہ انسان کو خوف و حزن سے نکل کر کمالات
انسانی کے حصول کی خوشخبری دیتے ہیں اور جہالت و بہیمیت کے نتائج سے آگاہ کرتے
ہوئے warn کرتے ہیں۔ لہذا رسولوں کی اتباع کی جائے۔ صرف دو شرائط ہیں۔

۱۔ ایمان جس کا تعلق قلب سے ہے، اور مکمل ایمان ہونا چاہیے۔

۲۔ اصلاح عمل، ظاہری طور پر انسان اپنے آپ کو سنوارے اور پھر دنیاوی
زندگی میں عمل پذیر ہو۔

اس طرح اگر وہ زندگی بسر کرے گا تو پھر ہر قسم کی نفسیاتی بیماریاں دور ہو
جائیں گی، نہ ماضی پر حسرت و غم اور نہ مستقبل کا ڈر اور خوف۔

Total Surrender to GOD

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ اِمَّا يٰۤاَتَيْنٰكَمۡ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يٰۤقُصُوۡنَ
عَلَيْكُمْ اٰتِيۡنَ ۙ فَمِنۡ اَتَقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ
وَلَا هُمْ يَحْزَنُوۡنَ ﴿۳۵﴾ (قرآن مجید: ۳۵)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد، اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں،
میری آیتیں پڑھتے، تو جو پرہیزگاری کرے اور سنورے تو اس
پر نہ کچھ خوف اور نہ کچھ غم۔

دین و مذہب کی اہمیت اس قدر ہے کہ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سوائے
اس کے کچھ اور نہیں کہ نبیوں کی تعلیم کو من و عن قبول کر لیا جائے۔ آج کے دور کے
انسان کی سائیکی خواہ اس پر آمادہ ہو یا نہ ہو مگر حالات کے شدید دباؤ میں خوف اور غم سے
نجات کے لئے تسلیم و رضا ہی لازم ہے انگریزی کے الفاظ میں اس کا خلاصہ یہی ہے:

Total Surrender to God, (اللہ کی مکمل فرماں برداری)

submission (اطاعت)

اس ضمن میں بار بار یہ کہا جا رہا ہے کہ اولادِ آدم کی فطرت میں یہ بات رکھ دی
گئی کہ اگر نبیوں کی اطاعت کرو گے تو دنیا کے دکھوں سے نجات پاؤ گے۔ خدا نے
ہدایت اپنے ذمہ لے لی۔ اس لئے یہاں کی زندگی کے سارے قاعدے اور اصول
اللہ ہی بتائے گا اور اللہ نے نبوت و رسالت کا ایک نظام قائم کر دیا کہ اللہ اپنے چنے

ہوتے بعض لوگوں کو وحی کرے گا۔ اس میں روحانی اور اخلاقی زندگی کی ساری تعلیمات مفصل ہوں گی۔ کوئی بھی آدمی خواہ وہ کتنا ہی بڑا مفکر ہو، خود سے کچھ قاعدے بنا تا رہے گا تو وہ کسی نہ کسی پہلو سے نامکمل رہ جائیں گے۔ صرف اللہ کی تعلیم کے اصول جو اللہ نبیوں کے ذریعہ بتائے گا، وہی مکمل اور قابل عمل ہوں گے۔

ان انبیاء کی تعلیم کی عملی اہمیت بھی بتادی گئی:

تقویٰ: مسلسل پرہیزگاری

اصلاح: مسلسل اصلاح عمل بذریعہ تزکیہ و تہذیب

جب تک اس دنیا میں ہیں، ہدایت پر عمل پیرا رہیں، اللہ سے ڈر کر احتیاط سے زندگی گزاریں۔ ہر اس صورت حال سے بچ کر رہیں جس میں ادھر ادھر بھٹک جانے کا اندیشہ ہو۔ ہر کام کو سنوار کر کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور یہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ مرتے دم تک کہ ہر کام درست اور خوبصورت طریقے سے کرتے رہیں۔ ہر عمل میں اصلاح پذیر رہیں۔ پھر یہ ہوگا کہ عمل میں افراط و تفریط بھی نہ رہے گی اور ہر کام سیدھے سمجھا ہوتا رہے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ دل میں تسلی رہے گی اور ذہن میں اطمینان۔ اس آیت میں کہیں بھی آخرت کی زندگی کے لئے ہی ایسی حالت کی تاکید نظر نہیں آتی۔ جب تقویٰ اور اصلاح عمل اس زندگی کی باتیں ہیں تو پھر ان کا نتیجہ بھی سب سے پہلے اسی زندگی میں محسوس ہوگا۔ آخرت میں تو ایسا ہوگا ہی سہی مگر اس کا اولین فائدہ اسی چند روزہ زندگی میں ظاہر ہوگا۔

یہاں بھی جو ایک الو العزم رسول کو اللہ تعالیٰ کہہ رہا ہے: "أَسْلِمِ" (فرماں بردار ہو جا) تو وہ اسی دنیا کی زندگی کے احکام کی اطاعت کے بارے میں حکم دے رہا ہے۔ اور رسول جواب دیتا ہے: أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ○

(میں رب کائنات کا فرمان بردار ہو گیا)

ایمان اور تقویٰ

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
يَحْزَنُونَ ﴿١٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿١٢٨﴾ لَهُمْ
الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۗ لَا تَبْدِيلَ
لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۗ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٢٩﴾

ترجمہ: سن لو، بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ وہ جو
ایمان لائے، پرہیزگاری کرتے ہیں۔ انھیں خوشخبری ہے دنیا کی
زندگی میں اور آخرت میں۔ اللہ کی باتیں تبدیل نہیں ہو سکتیں۔
یہی بڑی کامیابی ہے۔

پہلی آیت صوفیوں اور درویشوں کے حلقوں میں بہت دہرائی گئی ہے۔ وہ
لوگ جو خوف اور غم سے نجات پا جاتے ہیں، اولیاء اللہ ہیں۔ اور اولیاء اللہ کا لقب یا
منصب عام طور پر بلند مرتبہ صوفیوں اور درویشوں سے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

کہا گیا ہے کہ ”ولایت کی دو قسمیں ہیں، عام اور خاص۔ ولایت عامہ تمام ایمان
و اسلام و عمل والوں کے لیے ہے۔“ ولایت خاصہ مراتب عالیہ کے ساتھ مختص ہے اور
شرح اس کی یہ ہے: ”کہ حق تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنے اسماء و صفات بطور علم و یقین
کے ظاہر فرما کر اسے ان کے ذریعہ تاثرات و تصرفات کی قوت عطا فرمادے۔“

شاہ محمد ذوقی فرماتے ہیں:

”ولایت خاصہ میں بھی دو انواع ہیں: ولایت اور ولایت

وَلَا يَتَّ (بفتح واو) سے مراد وہ ولایت ہے جس میں بندہ کو حق تعالیٰ کی جانب سے وہ تصرفات عطا ہوتے ہیں جن سے طلب الہی کی استعداد رکھنے والوں پر اثرات ڈالے جاتے ہیں اور سالکانِ راہِ طریقت کو مقاماتِ قرب تک پہنچایا جاتا ہے۔

”وَلَا يَتَّ (بکسر واو) سے مراد وہ ولایت ہے جس میں تصرفات ہوتے ہیں جو خلق میں مقبولیت کا باعث ہوں۔ مثلاً خوارق و تصرفات تکوینی۔

”بعض حضرات کو ان دو میں سے ایک ہی قسم کی ولایت نصیب ہوتی ہے اور بعض کو دونوں اقسام کی۔ ان میں سے بعض میں غلبہ ایک کو دوسرے پر رہتا ہے اور بعض میں دونوں قوتیں مساوی ہوتی ہیں۔“

(سرد لبرال، شاہ محمد ذوقی، کراچی، ص ۳۱۶-۳۱۷)

ولایت عامہ و خاصہ یا ولایت و ولایت کے کسی مفہوم میں کوئی بھی ولی ہو، اللہ اسے گناہوں سے اور خطاؤں کے نتائج سے محفوظ رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء اللہ میں دو بنیادی شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ ایمان والے لوگ ہیں، خوف اور غم سے نجات کے ضمن میں یہ بات قرآن مجید میں بار بار دہرائی جا رہی ہے کہ دین داری ان کی بنیادی صفت ہے۔ وہ ہر ہدایت نبی کی تعلیم سے لیتے ہیں۔ اور اب جب کہ آخری وحی کے ذریعہ شریعت محمدیہ کا مقام طے ہو گیا تو بس ہر دین دار پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا فرض ہوا اور ہر حکم انھی سے لینا لازم قرار پایا۔

دوسری شرط تقویٰ ہے جو عمل سے متعلق ہے۔ اس کا لفظی معنی تو بچاؤ یا حفاظت ہے مگر شریعت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان چیزوں سے بھی بچا جائے جو کسی وقت بھی برائی کی طرف لے جاسکتی ہیں۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مخدوش راستے پر چلتے

ہوئے کپڑوں کو کانٹوں یا جھاڑ جھنکار میں الجھنے سے بچا کر گزر جانا تقویٰ ہے۔
یوں دیکھا جائے تو گناہوں اور چھوٹی یا بڑی خطاؤں سے بچ کر زندگی گزارنا
تقویٰ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کرتا ہے،
وہ مُشَقِّی ہے۔

جیسے دوسری آیات میں فرمایا گیا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ رکھنے والے
لوگ ہر قسم کی نفسیاتی بیماریوں اور الجھنوں سے محفوظ رہتے ہیں، یہاں بھی وہی بات
تاکید کے ساتھ کہی جا رہی ہے۔

ان لوگوں کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی بشارت دی گئی ہے۔ یعنی خوف اور غم
سے نجات کے علاوہ بھی وہ کئی برکتوں کے وارث ہوں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔ ”اللہ کی
باتیں تبدیل نہیں ہو سکتیں،“ یعنی یہ وعدہ پکا ہے۔

لَهُمُ الْبُشْرَى: ایک حدیث کی رو سے رو یائی، الہامات اور کشوف کو بھی
بشارات کہا گیا ہے۔ جب ولیوں کا اللہ سے قرب کا ایک ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے تو پھر
انہیں مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے نوازا جاتا ہے۔ اللہ ان کی وجدانی قوتیں بیدار کر دیتا ہے
اور وہ اللہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور وہاں سے انہیں بشارات ملتی ہیں۔ جب قرب کی
ایسی کیفیت حاصل ہو جائے تو پھر کاہے کا اندیشہ اور کاہے کا غم۔

اس طرح کے حال و مقام کو پہنچنا فوز عظیم (بہت بڑی کامیابی) ہے۔

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمْ

السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾

”اور اللہ بچائے گا، پرہیزگاروں کو ان کی نجات کی جگہ پر انہیں

عذاب چھوئے اور نہ انہیں غم ہو۔“ (۶۱:۳۹)

No evil there

وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ

السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ (قرآن مجید، ۳۹: ۶۱)

ترجمہ: اور اللہ بچائے گا پرہیزگاروں کو ان کو نجات کی جگہ، نہ انھیں عذاب

چھوئے اور نہ انھیں غم ہو۔ (امام احمد رضا خان بریلوی)

اور بچائے گا اللہ ان کو جو ڈرتے رہے ان کے بچاؤ کی جگہ۔

(مولانا محمود الحسن)

جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو سلامتی اور عافیت کے ساتھ

بھلائی کے حصول میں کامیابی عطا کرتا ہے۔ پھر ان کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی ہے۔ کوئی

برائی evil ان کے نزدیک نہیں آ سکتی۔ پچھلی مذکورہ آیات میں خوف سے نجات کا

ذکر تھا مگر یہاں اللہ تعالیٰ وعدہ کر رہا ہے کہ کوئی برائی ان سے چھو کر بھی نہ گذرے گی اور

ان کو کوئی غم نہ ہوگا۔ یہ حال اور مقام صرف آخرت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں، بلکہ اسی دنیا

میں وہ اس نجات کے ثمرات سے مستفید ہوں گے۔

آدمی دنیا میں جن حالات سے گذر رہا ہوتا ہے تو بعض اوقات اُسے گمان ہو

سکتا ہے کہ شاید وہ اس حال کو پہنچ سکے گا یا نہیں تو اس کے لئے اگلی آیات میں بڑی

تاکید کے ساتھ واضح طور پر فرمایا:

اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ، وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿٦٣﴾ لَهُ
مَقَالِيدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ، وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيٰتِ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ﴿٦٣﴾

”اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا مختار ہے اسی
کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں۔ اور جنہوں نے اللہ
کی آیتوں کا انکار کیا، وہی نقصان میں ہیں۔“ (۳۹: ۶۲، ۶۳)

بہر صورت احکام الہی کی تابعداری ضروری ہے اور پھر نجات ہے اور برائی یا
نقصان کا تو کچھ اندیشہ ہی نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک اللہ ہے۔
اس کی طرف سے انعام البتہ ملے گا۔



استقامت

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٣﴾ (قرآن مجید ۲۶: ۱۳)

ترجمہ: بے شک وہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر ثابت قدم
رہے، نہ اُن پر خوف ہے، نہ اُن کو غم۔

وہ لوگ جو ”زمرہ لَا يَحْزَنُونَ“ میں شامل ہیں، اُن کی ایک اور صفت بیان
کی گئی ہے۔ اور وہ ہے استقامت یعنی صراطِ مستقیم پر قائم رہنا۔ یہ بات عقیدہ و عمل دونوں
سے متعلق ہے، عقیدہ پر استقامت اور اُس کے مطابق عمل میں استقلال۔ حالات اگر
ابترا ہوں تو بعض اوقات انسان تذبذب میں پڑ جاتا ہے اور اُس کے عمل میں استقلال
نہیں رہتا۔ یہ صورت استقامت کا لٹ ہے۔ استقامت وہی ہے جو صحابہؓ نے دکھائی اور
اِس کے بعد نیک لوگوں کے عقیدہ و عمل میں دیکھی گئی۔ بس ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف
ہوتا ہے نہ غم۔

اہل استقامت کی ایک اور جگہ تعریف فرمائی اور خوف و غم سے نجات اور
بشارت کا ذکر فرمایا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ
عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا

بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴿٣٠﴾

”بے شک وہ جنھوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اُس پر قائم رہے۔ اُن پر فرشتے اترتے ہیں کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو۔ اور خوش ہو اُس جنت پر جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔“ (۳۰:۳۱)

گویا دنیا میں غیبی قوتیں اہل استقامت کی معاون رہتی ہیں اور ان کی ڈھارس بندھاتی ہیں اور مدد کرتی ہیں۔

پھر فرمایا:

فَلِذَلِكَ فَادُعْ، وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ، وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ، وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ،
وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمْ، اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ، لَنَا
أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ، لَا حِجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ،
اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا، وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

”بس اسی لئے بلاؤ اور ثابت قدم رہو (استقامت اختیار کرو) اور ان کی خواہشوں پر نہ چلو اور کہو کہ میں ایمان لایا اُس پر جو کوئی کتاب اللہ نے اتاری، اور مجھے حکم ہے کہ میں تم میں انصاف کروں، اللہ ہمارا تمہارا سب کا رب ہے، ہمارے لئے ہمارا عمل، اور تمہارے لئے تمہارا کیا، کوئی حجت نہیں ہم میں اور تم میں، اللہ سب کو جمع کرے گا اور اسی کی طرف پھرنا ہے۔ (۱۵:۲۲)

اب وہ حکم سنئے جس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس

ذمہ داری کے احساس نے مجھے بوڑھا کر دیا:

فَأَسْتَقِمُّ كَمَا أُمِرْتُ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا
إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿١١٢﴾

”تو قائم رہو (استقامت اختیار کرو) جیسا تمہیں حکم ہے اور جو تمہارے ساتھ رجوع لایا ہے اور اے لوگو، سرکشی اختیار نہ کرو، بے شک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔“ (۱۱۲:۱۱)

